ف٩٦ یہ آیت یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ سے متعلق ہے اور السوء من القول سے کلمہ کفر مراد ہے اور مَنْ ظُلِمَ میں ظلم سے جبر اور اکراہ مراد ہے مطلب یہ کہ پہلے
منافقوں کو کافروں کی دوستی سے منع فرمایا جس سے مقصود یہ تھا کہ وہ خالص ایمان لے آئیں یہاں فرمایا ہاں اگر کافر تم پر جبر کریں اور زبردستی تم سے کلمۂ کفر کہلوائیں تو اس وقت جان بچانے کے لئے
کلمہ کفر زبان سے کہہ دو لیکن دل کی تصدیق اور خالص ایمان میں ذرہ بھر فرق نہ آنے پائے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ (النحل ع ۱۴) وقال المنیر معناہ الا من

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ
اللہ کو پسند نہیں کسی کی بری بات کا ظاہر کرنا مگر جس پر ظلم ہوا ہو ف٩٦
وَكَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا ﴿١٤٨﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ
اور اللہ ہے سننے والا جاننے والا ف١ اگر تم کھول کر کرو کوئی بھلائی یا اسکو چھپاؤ ف٩٧
اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا ﴿١٤٩﴾
یا معاف کرو برائی کو تو اللہ بھی معاف کرنے والا بڑی قدرت والا ہے ف٢
اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ
جو لوگ منکر ہیں اللہ سے اور اسکے رسولوں سے ف٩٨ اور چاہتے ہیں کہ
یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ
فرق نکالیں اللہ میں اور اسکے رسولوں میں ف٥ اور کہتے ہیں ہم مانتے ہیں بعضوں کو
وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ
اور نہیں مانتے بعضوں کو اور چاہتے ہیں کہ نکالیں اس کے بیچ میں
سَبِیْلًا ﴿١٥٠﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا
ایک راہ ایسے لوگ وہی ہیں اصل کافر اور ہم نے تیار کر رکھا ہے
لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿١٥١﴾ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ
کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب ف٣ اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور
رُسُلِهٖ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ
اس کے رسولوں پر اور جدا نہ کیا ان میں سے کسی کو ف٩٩ ان کو جلد
یُؤْتِیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿١٥٢﴾
دے گا ان کے ثواب اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان ف٤
یَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ
تجھ سے درخواست کرتے ہیں اہل کتاب کہ تو ان پر اتار لاوے لکھی ہوئی کتاب

منزل ١

ع ٢١/١١ ١

اکرہ علی ان یجھر بالسوء کفرا او نحوہ فذالک مباح والآیۃ فی الاکراہ (بحر ج ۳ ص ۳۸۲) ف٩٧ یہ خطاب مومنوں سے ہے یعنی اگر تم علانیہ کسی پر احسان کرو یا چھپا کر یا کسی کی غلطیوں سے درگذر کرو تو یہ بہت ہی اچھی بات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ باوجودیکہ قدرت کاملہ کا مالک ہے مگر پھر بھی گنہگاروں سے عفو و درگذر فرماتا ہے اس لئے بےشک منافقین کافروں سے دوستی رکھتے ہیں لیکن اس بنا پر تم ان کے خلاف اپنے دلوں میں بغض و عداوت اور انتقام کا جذبہ مت پیدا کرو بلکہ معاف کرو اور درگذر سے کام لو ممکن ہے تمہارا ایسا رویہ ان کے اخلاص کا باعث بن جائے ف٩٨ یہ اہل کتاب یعنی یہود کے لئے زجر ہے ویرید دن میں واؤ تفسیریہ ہے یعنی وہ چاہتے ہیں کہ اللہ پر تو ایمان لے آئیں لیکن اس کے تمام رسولوں پر ایمان نہ لائیں وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ بلکہ وہ کہتے ہیں ہم بعض رسولوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے یہ لوگ ایمان اور کفر کے درمیان ایک راستہ نکالنا چاہتے ہیں لیکن یاد رکھو یہ لوگ پکے کافر ہیں ان کے کفر میں رائی برابر شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور وہ بالکل ان کافروں کی طرح پورے اور کامل کافر ہیں جو تمام پیغمبروں کے منکر ہیں والمعنی اولئک ہم الکافرون کفرا کاملا ثابتا حقا یقینا (کبیر ج ۳ ص ۳۹۴) وَاَعْتَدْنَا سے تخویف اخروی ہے ف٩٩ یہ ان لوگوں کے لئے بشارت اخروی ہے جو اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں آخرت میں نجات اور اجر و ثواب حاصل کرنے کے لئے سب پر ایمان لانا ضروری ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ (ع ۴۰) میں فرمایا كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ف١٠٠ یہ بھی یہود کے لئے زجر ہے۔ یہود ضد و عناد کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے تھے کہ آپ ان کے لئے اللہ کی طرف سے دفعۃً ایک کتاب لے آئیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات

ف١ یہ متعلق ہے لا تتخذوا الکافرین اولیاء کے ساتھ ۱۲
ف٢ یعنی شرکا نہ بات ۱۲
ف٣ یعنی الا من اکرہ ۱۲
ف٤ خطاب برائے مومنین مخلصین ۱۲
ف٥ زجر برائے اہل کتاب مع تخویف اخروی ۱۲۔
ف٦ بشارت برائے مومنین ۱۲۔
ف٧ زجر برائے یہود ان کے از راہ عناد سوال کرنے پر رسول کا جواب اگلے رکوع میں انا اوحینا الیک سے دیا گیا ہے ۱۲۔

موضح قرآن ف١ یعنی کسی میں عیب دین یا دنیا معلوم کرے تو اس کو مشہور نہ کرے کیونکہ اللہ سنتا جانتا ہے وہ ہر کسی کو جزا دے گا اسی کو غیبت کہتے ہیں اس میں مظلوم کو روا ہے کہ ظالم کا ظلم بیان کرے اسی طرح اور بھی کئی مقام ہیں جن میں غیبت روا ہے یہ حکم یہاں شاید اس پر فرمایا کہ منافق کا نام مشہور نہ کرے جیسے حضرت نے مشہور نہیں کیا۔ اس میں اس کا دل زیادہ بگڑتا ہے پیہم نصیحت کرے منافق آپ سمجھ لیگا اس میں شاید ہدایت پاوے ف٢ یعنی منافق کو چاہو کہ صادق کرو تو ظاہر کے طعن سے چھپا سمجھانا بہتر ہے اور درگذر خوب ہے اللہ بھی جانتا بوجھتا بندوں سے درگذر کرتا ہے ف٣ یہاں سے ذکر ہے یہود کا۔ قرآن میں اکثر ان کا اور منافقوں کا ذکر اکٹھا ہی فرمایا ہے اور اللہ کا ماننا یہی ہے کہ زمانے کے پیغمبر کا حکم مانے اس بغیر اللہ کا ماننا غلط ہے۔

فتح الرحمٰن ف١ یعنی بخدا ایمان آرند و بہ پیغمبراں ایمان نیارند ۱۲ ف٢ مترجم گوید از ینجا خدا یتعالیٰ دو شبہ یہود میکند کہ قرآن چرا یکدفعہ مثل الواح موسیٰ نازل نشد و ایں سخن ممنداست نا یاہل الکتاب لا تغلوا فی۔ واللہ اعلم ۱۲۔

السَّمَاۤءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا

آسمان سے ۱۰۰ سو مانگ چکے ہیں موسیٰ سے اس سے بھی بڑی چیز ۱۰۱ اور کہا ہم کو دکھلادے

اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ

اللہ کو بالکل سامنے سو آپڑی ان پر بجلی ان کے گناہ کے باعث پھر

اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَاۤءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ

بنا لیا بچھڑے کو (معبود) بہت پہنچ چکنے کے بعد کچھ نشانیاں

فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَیْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ﴿۱۵۳﴾

پھر ہم نے وہ بھی معاف کیا اور دیا ہم نے موسیٰ کو غلبہ صریح

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِیْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا

اور ہم نے اٹھایا ان پر پہاڑ قرار لینے کے واسطے اور ہم نے کہا ان سے داخل ہو

الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِی السَّبْتِ وَاَخَذْنَا

دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے اور ہم نے کہا کہ زیادتی مت کرو ہفتہ کے دن میں اور ہم نے اُن سے لیا

مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ﴿۱۵۴﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ وَ

قول مضبوط ان کو جو سزا ملی سو ان کی عہد شکنی پر اور

كُفْرِهِمْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِیَاۤءَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ

منکر ہونے پر اللہ کی آیتوں سے ۱۰۲ اور خون کرنے پر پیغمبروں کا ناحق اور

قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَیْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ

اس کہنے پر کہ ہمارے دل پر غلاف ہے ۱۰۳ سو یہ نہیں بلکہ اللہ نے مہر کردی ان کے دل پر کفر کے سبب سو ایمان نہیں لاتے

اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۵۵﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْیَمَ بُهْتَانًا

مگر کم اور ان کے کفر پر اور مریم پر بڑا طوفان

عَظِیْمًا ﴿۱۵۶﴾ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ

باندھنے پر اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا مسیح ۱۰۴ عیسیٰ مریم کے بیٹے کو

منزل ۱

لائے تھے تو پھر وہ آپ پر ایمان لے آئیں گے آیت کے اس حصے میں اسی سوال کا ذکر ہے اس کے بعد پورے رکوع میں یہود کے لئے زجر ہیں اور ان کی بد باطنی اور شرارت نفس کا ذکر ہے کہ ان کا یہ سوال کوئی نئی بات نہیں بلکہ ان کی پوری تاریخ ہی اس قسم کی شرارتوں سے بھری پڑی ہے پھر اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ (ع ۲۳) سے اصل سوال کا جواب دیا گیا ہے ۱۰۱ یہ یہود کی ایک شرارت کا ذکر ہے یعنی آپ سے تو انہوں نے یہی سوال کیا ہے کہ دفعۃً کتاب لائیں۔ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تو انھوں نے یہاں تک مطالبہ کر دیا تھا کہ جب تک خدا کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھیں گے اس وقت تک نہیں مانیں گے اور انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں سامری کے گوسالہ کی پرستش بھی کی تھی حالانکہ مسئلہ توحید ان پر واضح کیا جاچکا تھا ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ میں ثُمَّ ترتیب کے لئے نہیں بلکہ محض تعقیب ذکری کے لئے ہے کیونکہ گوسالہ کی پرستش کا واقعہ مذکورہ سوال (اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً) سے پہلے کا ہے۔ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ یہ ان کی انتہائی سرکشی اور نافرمانی کا بیان ہے۔ وہ انتہائی سرکش تھے ہم نے ان پر کوہ طور اٹھا کر ان سے اطاعت کا عہد لیا۔ ہم نے ان سے کہا کہ تم شہر میں جاؤ اور اللہ کے گھر میں اس کی عبادت بجالاؤ نیز ہم نے ہفتے کے دن ان کو مچھلی کا شکار کرنے سے منع کر دیا تھا اور ان تمام چیزوں کا ہم نے ان سے پختہ عہد لیا تھا مگر انھوں نے نہ صرف ان عہود و مواثیق کو توڑا بلکہ اور بھی بہت بڑے سنگین جرموں کا ارتکاب کیا جس کے نتیجے میں انھیں طرح طرح کی سزائیں دی گئیں ۱۰۲ بار سببیہ اور ما زائدہ ہے یہاں سے یہود کی ان شرارتوں کا بیان ہے جو ان کی سزا کا سبب ہوئیں جس کا ذکر آگے حرمنا علیهم طیبات میں آرہا ہے چنانچہ فبنقضهم۔ وبكفرهم وقولهم۔ وبصدهم واخذهم الربوا اور واكلهم اموال الناس یہ سب فبما نقضهم پر معطوف ہیں اور سب حرمنا سے متعلق ہیں یعنی ان کی یہ تمام شرارتیں ہی اس بات کا سبب بنیں کہ ہم نے بطور سزا بعض حلال چیزیں ان پر حرام کر دیں ۱۰۳ غُلْفٌ۔ غِلَافٌ کی جمع ہے جس کے معنی ظرف کے ہیں۔ یہودی کہتے تھے ہم خود اہل کتاب ہیں اور ہمارے دل علوم و معارف سے پُر ہیں اور ہم کافی لکھے پڑھے ہیں اور پہلے سے ہی ہدایت پر ہیں اس لئے ہمیں قرآن کی ضرورت نہیں ای اوعیة للعلم فنحن مستغنون بما عن غیرہ قاله ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما وعطاء (روح ج ۶ ص ۹) بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَیْهَا بل ترقی کے لئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر جباریت ماردی ہے اس لئے اب ہدایت اور علم کی کوئی بات ان کے دلوں میں داخل نہیں ہو سکتی ۱۰۴ یہ بھی یہود کا ایک جھوٹا دعویٰ تھا کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا ہے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ یہاں ان کے غلط دعوے کی تردید فرمائی کہ عیسیٰ ابن مریم کو قتل کرنا تو درکنار انھوں نے اس کو سولی پر چڑھایا تک نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کے خبیث ہاتھوں سے بچا لیا۔ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اس کے دو معنی ہیں۔ اوّل یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل ایک دوسرے شخص پر ڈال دی گئی اور اسے ان کا شبیہ اور ہمشکل بنا دیا گیا جسے یہودیوں نے مسیح سمجھ کر سولی دے دی جیسا کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب یہود حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی دینے کے لئے گرفتار کرنے گئے تو ایک شخص طیطانوس نامی کو اس مکان میں داخل کیا جس میں حضرت مسیح علیہ السلام تھے جب طیطانوس اندر داخل ہوا تو مسیح علیہ السلام کو وہاں نہ پایا کیونکہ اللہ نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا اور طیطانوس کو ان کا ہمشکل بنا دیا وہ باہر نکلا تو یہودیوں نے اسے مسیح سمجھ کر سولی پر لٹکا دیا۔ چونکہ یہ شخص سخت ترین شریر تھا اور حضرت مسیح علیہ السلام کو اس سے سخت اذیت پہنچی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس طرح اس کی شرارتوں کا بدلہ دیدیا۔ دوم یہ کہ ولکن شبہ لهم (یعنی معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا) یہ ان یہودیوں کے بارے میں ہے جو اپنے آباء و اجداد کی تقلید میں کہتے چلے آرہے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی دیدی گئی اور یہ شبہ میں ڈالنے والے زمانہ مسیح کے

ف ۱ یہود از راہ عناد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی اس قسم کے سوال کرتے تھے ۱۲۔

ف ۲ ثم تعقیب ذکری کے لئے ہے ۱۲۔

ف ۳ یہاں سے اسباب کا ذکر ہے بطور زجر اور ان اسباب کا حکم بطور سزا حرمنا علیهم طیبات میں مذکور ہے ۱۲۔

علماء سو رہتے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے ہاتھوں سے نکل گئے تو انھوں نے غلطاً کسی کو پکڑ کر پھانسی دیدی اور کسی کو اسے دیکھنے نہیں دیا اور نہ کسی کو اس کے قریب آنے دیا اور پھر اسے دفن کر دیا اور لوگوں میں یہ بات مشہور کردی کہ انھوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو پھانسی دیدی ہے اس سے لوگوں کو شبہ پڑ گیا کہ شاید ایسا ہی ہوا اور اس معاملے کا چونکہ عینی اور چشم دید گواہ کوئی نہیں تھا اس لئے یہ بات شبہے سے آگے بڑھ کر یقین کی حد تک نہ پہنچی یہ قول حضرت مولانا انور شاہ صاحب نے امام ابن حزم کی کتاب الملل والنحل سے عقیدۃ الاسلام (ص ۱۰۱) میں نقل کیا ہے اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو ترجیح دی ہے **ف۱۰۵** وما قتلوہ کا اعادہ تاکید کے لئے ہے یعنی کسی قسم کا قتل واقع نہیں ہوا نہ سولی سے نہ بغیر سولی کیونکہ نفی مطلق قتل کی ہے اور یقیناً نفی قتل کی تاکید ہے اور مطلب یہ ہے کہ انھوں نے مسیح علیہ السلام کو ہرگز قطعاً قتل نہیں کیا اور عدم قتل نہایت ہی پختہ اور ثابت شدہ حقیقت ہے حضرت حسن بصری فرماتے ہیں وما قتلوہ حقاً اس پر علامہ ابوحیان لکھتے ہیں فانتصابہ علی انہ مؤکد لمضمون الجملۃ المنفیۃ کقولک ما قتلوہ حقاً ای حق انتفاء قتلہ حقاً (بحر ج ۳ ص ۳۹۱) اسی طرح امام نسفی لکھتے ہیں وما قتلوہ حقاً فیجعل یقیناً تاکیداً لقولہ وما قتلوہ ای حق انتفاء قتلہ حقاً (مدارک ج ۱ ص ۲۰۴) بل رفعہ اللہ الیہ یعنی جس کو وہ قتل کرنا چاہتے تھے اسے تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اٹھا لیا اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے وہ ایسا کر سکتا ہے اور اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ان آیتوں کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ بجسد عنصری آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ مسیح علیہ السلام کے رفع جسمانی میں احادیث نبویہ حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں جیسا کہ مولانا انور شاہ صاحب نے التصریح میں ان کو ذکر کیا ہے اور پھر اس عقیدہ پر امت کا اجماع بھی ہے کما فی البحر المحیط وعقیدۃ الاسلام۔ اس مسئلہ کی مزید تحقیق و تفصیل کیلئے عقیدۃ الاسلام از مولانا سید انور شاہ کا مطالعہ کیا جائے۔

ف۱۰۶ اس آیت کے دو معنی ہیں اول یہ کہ بہ کی ضمیر حقیقۃ ما قال محمد صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی صداقت) کی طرف راجع ہے اور موتہ کی ضمیر مجرور کا مرجع اہل الکتب ہے اور یکون علیہم شہیدا میں یکون کا اسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مطلب یہ کہ ہر اہل کتاب اپنی موت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایمان لے آئیگا جیسا کہ ایک اور آیت سے اسکی تائید ہوتی ہے سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (حم السجدۃ ع ۶) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن شہادت دیں گے کہ اے اللہ میں نے انہیں پیغام حق پہنچا دیا تھا لیکن انھوں نے نہیں مانا حضرت شیخ رحمہ اللہ کے نزدیک یہی معنی راجح ہے

موضح قرآن **ف۱** یہود کہتے ہیں کہ ہم نے مارا عیسیٰ کو اور مسیح اور رسول خدا نہیں کہتے یہ اللہ نے ان کی خطا ذکر فرمائی اور فرمایا کہ اسکو ہرگز نہیں مارا حق تعالیٰ نے اس کی ایک صورت انکو بنا دی اس صورت کو سولی پر چڑھایا پھر فرمایا کہ نصاریٰ بھی اول سے یہی کہتے ہیں کہ مسیح کو مارا نہیں وہ زندہ ہے لیکن تحقیق نہیں سمجھتے کئی باتیں کہتے ہیں بعضے کہتے ہیں کہ بدن کو مارا ان کی روح اللہ پاس چڑھ گئی بعضے کہتے ہیں مارا تھا پھر تین روز میں زندہ ہو کر بدن سے چڑھ گئے ہر طرح وہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اس کو نہیں مارا سو یہ خبر اللہ کو ہے اس نے بتایا کہ اس کی صورت کو مارا اور ان کے پکڑتے وقت نصاریٰ سرک گئے تھے اور یہود بھی نہ پہنچے تھے اُس آن کی خبر ان کو نہ اُن کو **ف۲** حضرت عیسیٰ ابھی زندہ ہیں جب یہود میں دجال پیدا ہو گا تب اس جہان میں آ کر اس کو ماریں گے اور یہود و نصاریٰ سب ان پر ایمان لاویں گے کہ یہ مرے نہ تھے **ف۳** یعنی اوپر سے سب شرارتیں ان کی جو ذکر کیں بعضی پہلے ہوئیں اور بعضی پیچھے لیکن مجمل یہ کہ گناہ پر دلیر تھے اس واسطے ان کے لئے شریعت سخت رکھی کہ سرکشی توڑے۔

رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ
جو رسول تھا اللہ کا اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا و لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے
وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ
اور جو لوگ اس میں مختلف باتیں کرتے ہیں تو وہ لوگ اس جگہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں کچھ نہیں ان کو
مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝١٥٧ بَلْ
اس کی خبر صرف اٹکل پر چل رہے ہیں اور اس کو قتل نہیں کیا بیشک بلکہ
رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝١٥٨ وَاِنْ
اس کو اٹھا لیا اللہ نے اپنی طرف **ف۱۰۵** اور اللہ ہے زبردست حکمت والا **ف۱** اور جتنے
مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ
فرقے ہیں اہل کتاب کے سو عیسیٰ پر یقین لاویں گے اس کی موت سے پہلے **ف۱۰۶** اور
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝١٥٩ فَبِظُلْمٍ مِّنَ
قیامت کے دن ہوگا ان پر گواہ **ف۲** **ف۱** سو یہود کے
الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ
گناہوں کی وجہ سے **ف۱۰۷** ہم نے حرام کیں ان پر بہت سی پاک چیزیں جو ان پر حلال تھیں اور
بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۝١٦٠ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ
اس وجہ سے کہ روکتے تھے اللہ کی راہ سے بہت **ف۳** اور اس وجہ سے کہ سود لیتے تھے اور
قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَ
ان کو اس کی ممانعت ہو چکی تھی اور اس وجہ سے کہ لوگوں کا مال کھاتے تھے ناحق اور
اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝١٦١ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ
تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کے واسطے جو ان میں ہیں عذاب دردناک **ف۲** لیکن جو پختہ ہیں
فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ
علم میں ان میں **ف۱۰۸** اور ایمان والے سو مانتے ہیں اس کو جو نازل ہوا

ل اس لفظ سے تمام اسباب مذکورہ کا اعادہ کیا گیا ہے بوجہ بعد عہد ۱۲۔ ۲ یہ تمام اسباب مذکورہ کا بطور سزا حکم ہے ۱۲۔ ۳ یہ بر نشتنہم پر معطوف ہے ۱۲ ۴ بشارت برائے مؤمنین اہل کتاب ۱۲

فتح الرحمن **ف۱** مترجم گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰ را البتہ ایمان آرند واللہ اعلم ۱۲ **ف۲** مترجم گوید اگر گوئی انکار عیسیٰ بعد نزول تورات کردہ بودند و تحریم لحوم ابل و تحریم ذی ظفر در تورات مذکور بود پس چگونہ جزاء انکار عیسیٰ باشد گوئیم نزدیک این بندہ ظاہر آنست کہ مراد از تحریم طیبات موقوف داشتن نعمتہائی است کہ سابق ایشانرا دادہ بودند از بادشاہی و نبوت و نصرت و غیر آن و این مشابہ این آیۃ است ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ الآیۃ و این آیت وحرام علی قریۃ اہلکناہا و بعینہٖ جمع کلام باہم مربوط باشد واللہ اعلم ۱۲

اِلَیۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ وَالۡمُقِيۡمِيۡنَ الصَّلٰوةَ وَ
تجھ پر اور جو نازل ہوا تجھ سے پہلے اور آفرین ہے نماز پر قائم رہنے والوں کو اور
الۡمُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ
جو دینے والے ہیں زکوٰۃ کے اور یقین رکھنے والے ہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر
اُولٰٓئِكَ سَنُؤۡتِيۡهِمۡ اَجۡرًا عَظِيۡمًا ﴿۱۶۲﴾ اِنَّاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ
سو ایسوں کو ہم دیں گے بڑا ثواب ہم نے وحی بھیجی تیری طرف
كَمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى نُوۡحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ۚ وَاَوۡحَيۡنَاۤ
جیسے وحی بھیجی نوح پر ف۱ اور ان نبیوں پر جو اس کے بعد ہوئے اور وحی بھیجی
اِلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ
ابراہیم پر اور اسمٰعیل پر اور اسحٰق پر اور یعقوب پر اور اس کی اولاد پر
وَعِيۡسٰى وَاَيُّوۡبَ وَيُوۡنُسَ وَهٰرُوۡنَ وَسُلَيۡمٰنَ ۚ وَاٰتَيۡنَا
اور عیسیٰ پر اور ایوب پر اور یونس پر اور ہارون پر اور سلیمان پر اور ہم نے دی
دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ﴿۱۶۳﴾ ۚ وَرُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِنۡ
داؤد کو زبور ف۲ اور بھیجے ایسے رسول کہ جن کا احوال ہم نے سنایا تجھ کو اس
قَبۡلُ وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوۡسٰى
سے پہلے اور ایسے رسول جن کا احوال نہیں سنایا تجھ کو اور باتیں کیں اللہ نے موسیٰ سے
تَكۡلِيۡمًا ﴿۱۶۴﴾ ۚ رُسُلًا مُّبَشِّرِيۡنَ وَمُنۡذِرِيۡنَ لِئَلَّا يَكُوۡنَ
بول کر ف۳ بھیجے پیغمبر خوشخبری اور ڈر سنانے والے تاکہ باقی نہ رہے
لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعۡدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا
لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع رسولوں کے بعد ف اور اللہ زبردست ہے
حَكِيۡمًا ﴿۱۶۵﴾ لٰـكِنِ اللّٰهُ يَشۡهَدُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اِلَيۡكَ اَنۡزَلَهٗ
حکمت والا ف۴ لیکن اللہ شاہد ہے اس پر جو تجھ پر نازل کیا کہ یہ نازل کیا ہے

ع ۲۲ ۲

ف۱ یہ اس سوال کا جواب ہے جو پچھلے رکوع کی ابتدا میں مذکور ہوا ۱۲۔

ف۲ یعنی داؤد علیہ السلام کی عظیم الشان کتاب زبور بھی۔ تھوڑی تھوڑی نازل ہوئی ۱۲۔

ف۳ یعنی تورات کے علاوہ باقی وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی متفرق طور پر نازل ہوئی ۱۲

ف۴ اگرچہ قرآن آہستہ آہستہ نازل ہوئے لیکن خود قرآن ہی اپنے منزل من اللہ ہونے پر شاہد ہے ۱۲۔

دوسرے یہ کہ بہ اور موتہ کی دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور یکون کا اسم بھی حضرت مسیح علیہ السلام ہی ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ ان کے آسمان سے اترنے کے بعد اور ان کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر صحیح ایمان لائیں گے کہ ٹھیک وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور ابن اللہ نہیں ہیں۔ اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان پر شہادت بھی دیں گے جس کا ذکر سورہ مائدہ کے آخر میں ہے ف۱۰۷ پہلے فبما نقضهم و قولهم، وکفرهم وقتلهم سے یہود کی خباثتیں بیان کیں اور ان کی جزا بیان نہیں کی تھی اس لئے بعد عہد کی وجہ فبظلم کی جامع تعبیر سے ان کی خباثتوں کے ذکر کا اعادہ کیا اور پھر حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ سے ان کی سزا بیان کی یعنی یہ حرمت طیبات کا حکم ان مذکورہ بالا اسباب کی بنا پر نافذ کیا گیا اور ان شرارتوں کی ان کو یہ سزا دی گئی کہ بعض حلال اور پاکیزہ چیزیں ان پر حرام کر دی گئیں۔ لیکن حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہاں طیبات سے وہ چیزیں مراد نہیں ہیں جو سورۂ انعام کی اس آیت میں مذکور ہیں وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ الآیۃ (انعام ع ۱۸) کیونکہ یہ چیزیں تو انجیل سے پہلے ہی حرام ہو چکی تھیں لہٰذا ان کی حرمت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار کی سزا کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے اس لئے یہاں مراد یہ ہے کہ حکومت اور باقی انعامات ان سے چھین لئے گئے وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ الخ یہ ان کے لئے تخویف اخروی ہے ف۱۰۸ یہ ان علماء اہل کتاب کیلئے بشارت ہے جو آخری پیغمبر اور آخری کتاب پر ایمان لے آئے تھے یہ پہلی زجروں سے متعلق ہے یعنی یہ یہود تو ایسی خباثتیں کرتے چلے آئے ہیں اور کرتے رہیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان نہیں لاتے اور قرآن کو نہیں مانتے مگر ان میں جو راسخ فی العلم علماء ہیں وہ تو سب کچھ مان چکے ہیں وہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر ایمان لاتے ہیں اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر بھی ایمان لا چکے ہیں ف۱۰۹ یہ یسئلك اهل الكتب یہود کو زجروں اور تخویفوں کے بعد اب یہاں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے جو اس سے پہلے رکوع میں گذر چکا ہے یعنی آہستہ آہستہ وحی بھیجنا کوئی آپ کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ آپ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر گذرے ہیں حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب کی طرف اسی طرح آہستہ آہستہ وحی بھیجی جاتی تھی ھذا متصل بقوله يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فهذا علم تعالٰى انه امر محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کامرمن تقدمه من الانبیاء (قرطبی ج ۶ ص۵) فالله تعالیٰ اجاب عن هذه الشبهة بان هؤلاء الانبیاء الاثنی عشر کلهم کانوا انبیاء ورسلا مع ان واحدا منهم ما اتی بکتاب مثل التوراة دفعة واحدة (کبیر ج ۳ ص۵۰۸) اور زبوراً میں تنوین تعظیم کے لئے ہے اور زبور کا علیحدہ ذکر کرکے اس طرف اشارہ فرمایا کہ زبور جیسی شاندار کتاب بھی متفرق طور پر نازل ہوئی۔ گیارہ پیغمبروں کا نام بنام ذکر کرکے بعد میں فرمایا کہ ان کے علاوہ بہت سے رسول ایسے بھی گذرے ہیں جن کا ذکر ہم نے آپ سے نہیں کیا ان پر بھی تمام احکام کی وحی دفعۃً نازل نہیں ہوئی تھی وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا

بِعِلْمِهٖ ج وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ط

اپنے علم کے ساتھ ۱۱۰ اور فرشتے بھی گواہ ہیں اور اللہ کافی ہے حق ظاہر کرنیوالا ف۱

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ

جو لوگ کافر ہوئے اور روکا اللہ کی راہ سے

ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿١٦٧﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا

وہ بہک کر دور جا پڑے جو لوگ کافر ہوئے اور حق دبا رکھا

لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿١٦٨﴾ اِلَّا

ہرگز اللہ بخشنے والا نہیں ان کو اور نہ دکھلائے گا ان کو سیدھی راہ مگر

طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى

راہ دوزخ کی رہا کریں اس میں ہمیشہ اور یہ

اللّٰهِ يَسِيْرًا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ

اللہ پر آسان ہے اے لوگو تمہارے پاس رسول آچکا

بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ط وَاِنْ

ٹھیک بات لے کر تمہارے رب کی سو مان لو تاکہ بھلا ہو تمہارا اور اگر

تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَكَانَ

نہ مانوگے تو اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور ہے

اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧٠﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا

اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ف۲ اے کتاب والو مت مبالغہ کرو

فِىْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ط اِنَّمَا

اپنے دین کی بات میں ۱۱۱ اور مت کہو اللہ کی شان میں مگر پکی بات بے شک

الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ج

مسیح جو ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا وہ رسول ہے اللہ کا ۱۱۲ اور اس کا کلام ہے

باقی رہا تمہارا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دلیل لانا کہ ان پر تورات ایک ہی دفعہ نازل ہوئی تھی تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وحی تورات ہی میں منحصر نہیں تھی تورات کے علاوہ بھی ان پر وحی آتی تھی اور وہ تھوڑی تھوڑی ہی نازل ہوتی تھی ۱۱۰ یہ اگر قرآن کو نہیں مانتے اور اس پر اعتراضات کرتے ہیں تو اس سے اس کی صداقت میں کوئی فرق نہیں آسکتا اس بات کی گواہی تو خود اللہ تعالیٰ دیتا ہے کہ اس کو اسی نے ہی نازل کیا ہے کیونکہ ایسی جامع، بلند مضامین والی اور معجز کتاب غیر اللہ کی طرف سے نہیں ہو سکتی اس طرح قرآن خود ہی مشہود بہ اور خود ہی مشہود علیہ ہے پھر اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا سے تخویف اخروی ہے یعنی اے یہود اب بھی وقت ہے کفر و انکار اور ضد و عناد سے باز آجاؤ اور ایمان لے آؤ ورنہ یاد رکھو اللہ کے قبضہ سے نہیں بچ سکتے ہو کیونکہ ساری کائنات اس کے تصرف و اقتدار کے تحت ہے وہ تمہیں اس کی سخت سزا دے گا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ سے خطاب عام کرکے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی ترغیب دی کہ اس پر ایمان لاؤ اور مسئلہ توحید مان لو اور اللہ کے سوا حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو پکارنا چھوڑ دو کیونکہ وہ الٰہ نہیں ہیں الٰہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہے ۱۱۱ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ خطاب نصاریٰ سے ہے کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کو الٰہ انھوں نے ہی بنایا تھا لیکن امام نسفی فرماتے ہیں کہ یہ خطاب یہود و نصاریٰ دونوں سے ہے اور یہی راجح ہے کیونکہ پہلے کی تمام زجریں یہود سے متعلق ہیں یعنی اے یہود عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں برا نہ کہو اور وہ معبود نہیں اور آخری پیغمبر پر بھی اعتراض نہ کرو دونوں کو مانو اور ان تین خداست کہو (ولا تقولوا ثلثة) غلو کے معنی حد سے تجاوز کرنے کے ہیں اور یہ دونوں فرقے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حد سے گذر چکے تھے یہودی ان کی شان میں گستاخی کرتے اور کہتے تھے کہ العیاذ باللہ وہ زانیہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ ان کو ان کے رتبے سے بڑھا کر خدا کا بیٹا اور اس کا نائب سمجھنے لگے تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دونوں جماعتوں کو ان کے بارے میں غلو اور تجاوز عن الحد سے منع فرمایا۔ لا تجاوزوا الحد فغلت الیهود فی حط المسیح عن منزلته حتی قالوا انه ابن الزنا وغلت النصاریٰ فی رفعه عن مقداره حیث جعلوه ابن الله (مدارک ج ۱ ص۲۰۶) ۱۱۲ حضرت مسیح مریم صدیقہ کا بیٹا ہے جو معجزانہ طور پر محض کلمہ کن سے بغیر باپ حضرت

ف۱ تخویف اخروی برائے کفار ازل کتاب ۱۲۔

ف۲ توحید کی ترغیب ۱۲۔

ف۳ زجر برائے یہود یعنی نہ اس پیغمبر پر از راہ عناد سوال کرو اور نہ ہی عیسیٰ علیہ السلام کو برا کہو دونوں اللہ کے رسول ہیں ۱۲۔

موضح قرآن ف۱ یعنی وحی ہر پیغمبر کو آتی رہی ہے کچھ نیا کام نہیں پر اس کلام میں اللہ نے اپنا خاص علم اتارا۔ اور اللہ اس حق کو ظاہر کر دے گا۔ چنانچہ ظاہر ہوا کہ جس قدر ہدایت اس نبی سے ہوئی اور کسی سے نہ ہوئی۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید از ینجا شروع میفرماید در رد شبہ نصاریٰ واللہ اعلم ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی عذر کی جگہ نہ رہے کہ ہم کو تیری مرضی و نامرضی معلوم ہوتی تو اس پر چلتے یہ اللہ کی حکمت اور تدبیر ہے۔ اور اگر زبردستی کرے تو اس کی حاجت نہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی یا نگویند کہ تقصیر ما نیست ہیچ نزدیک ما نیامد ۱۲۔

اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ز فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ قف
جس کو ڈالا مریم کی طرف اور روح ہے اس کے ہاں کی سو مانو اللہ کو اور اسکے رسولوں کو

وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ط اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ط اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ
اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں اس بات کو چھوڑو بہتر ہوگا تمہارے واسطے بیشک اللہ معبود ہے

وَّاحِدٌ ط سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ م لَهٗ مَا فِى
اکیلا اس کے لائق نہیں ہے کہ اس کے اولاد ہو اسی کا ہے جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا لَنْ
آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور کافی ہے اللہ کارساز ف

يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰۤئِكَةُ
مسیح کو اس سے ہرگز عار نہیں کہ وہ بندہ ہو اللہ کا ۱۱۳ اور نہ فرشتوں کو

الْمُقَرَّبُوْنَ ط وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ
جو مقرب ہیں اور جس کو عار آوے اللہ کی بندگی سے اور تکبر کرے

فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ
سو وہ جمع کرے گا ان سب کو اپنے پاس اکٹھا پھر جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ
ایمان لائے اور عمل کئے انہوں نے اچھے تو ان کو پورا کرے گا ان کا ثواب اور

يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ج وَاَمَّا الَّذِيْنَ
زیادہ دے گا اپنے فضل سے اور جنہوں نے

اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا لا
عار کی اور تکبر کیا سو ان کو عذاب دیگا عذاب دردناک

وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (۱۷۳)
اور نہ پاویں گے اپنے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار

وقف لازم ۳ ع ۲۳

منزل ۱

مریم کے بطن سے پیدا ہوئے اور وہ اللہ کے سچے رسول ہیں اس لئے انھیں ابن زانیہ مت کہو بلکہ دوسرے انبیا علیہم السلام کی طرح ان پر بھی ایمان لاؤ اور عیسائیوں سے فرمایا وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ یعنی تین خدا مت کہو اللہ تو ایک ہی ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ مت کہو بلکہ ان کو اللہ کا رسول مانو ۱۱۳ یہ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ سے متعلق ہے استنکاف کے معنی ناک بھوں چڑھانے کے ہیں یعنی اس میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی توہین یا تخفیف نہیں کیونکہ وہ تو خود اللہ کی عبادت سے نفرت نہیں کرتے اور اس کا بندہ اور عابد ہونے سے ناک بھوں نہیں چڑھاتے پھر تم انہی کو معبود بناتے ہو یہی حال فرشتوں کا ہے وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ زجر ہے اور فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بشارت اخروی ہے وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا الخ تخویف اخروی ہے ۱۱۴ یہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے کی ترغیب ہے اور پھر فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا سے ایمان لانے والوں کے لئے اخروی بشارت ہے برھانٌ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور نور سے قرآن مجید مراد ہے ای رسولہ یبھر المنکر بالاعجاز (وانزلنا الیکم نورا مبینا) قرآنا یستضاء بہ فی ظلمات الحیرۃ (مدارک ج ۱ ص ۲۰۷) یعنی برہان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جو بذریعہ معجزات منکرین پر غالب آئے اور نور مبین سے مراد قرآن ہے جس کے ذریعے شکوک وشبہات اور حیرت کے اندھیروں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے اسی طرح امام ثوری اور حسن سے منقول ہے (برھان من ربکم) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم....
والنور المنزل ھو القرآن (قرطبی ج ۶ ص ۲۷) علی ہذا حضرت ابن عباس رض۔ مجاہد، قتادہ، سدی سے بھی یہی منقول ہے (روح ج ۶ ص ۴۲)

حاشیہ:
خطاب برائے نصاریٰ ضمن یعنی عیسےٰ علیہ السلام کو برا بھی نہ کہو اور ان کو معبود بھی نہ بناؤ ۱۲ -
۲ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو معبود نہ ماننے میں ان کی توہین نہیں ۱۲ -
۳ تخویف اخروی ۱۲
۴ بشارت اخروی ۱۲
۵ تخویف اخروی ۱۲

موضح قرآن ف یہ خطاب ہے نصاریٰ کو کہ اللہ کو تین جگہ بتاتے ہیں باپ، بیٹا اور روح القدس فرمایا کہ دین کی بات میں مبالغہ عیب ہے ایک شخص سے اعتقاد ہو تو اس کی تعریف میں حد سے نہ بڑھے جتنی بات تحقیق ہو دہی کہے اور فرمایا کہ فی الحقیقت بیٹا جننے یہ اللہ کو لائق نہیں اور بیٹا کرے تو اس کو پیش کار کی حاجت نہیں وہ بس ہے کام بنانے والا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ
اے لوگو تمہارے پاس پہنچ چکی تمہارے رب کی طرف سے سند ۱۱۳ اور
اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
اتاری ہم نے تم پر روشنی واضح سو جو لوگ ایمان لائے
بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ
اللہ پر اور اس کو مضبوط پکڑا تو ان کو داخل کریگا اپنی رحمت میں اور
فَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۱۷۵﴾
فضل میں اور پہنچا دے گا ان کو اپنی طرف سیدھے راستہ پر
يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا
حکم پوچھتے ہیں تجھ سے سو کہدے اللہ حکم بتاتا ہے تم کو کلالہ کا ف۱۱۵ اگر کوئی مرد
هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ
مرگیا اور اس کے بیٹا نہیں اور اس کے ایک بہن ہے ف۱ تو اس کو پہنچے آدھا اسکا جو چھوڑ مرا
وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ
اور وہ بھائی وارث ہے اس بہن کا اگر نہ ہو اس کے بیٹا ۱۱۶ پھر اگر
كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا
بہنیں دو ہوں تو ان کو پہنچے دو تہائی اس مال کا جو
تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً
چھوڑ مرا اور اگر کئی شخص ہوں اسی رشتہ کے کچھ مرد اور کچھ عورتیں
فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
تو ایک مرد کا حصہ ہے برابر دو عورتوں کے بیان کرتا ہے اللہ
لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾
تمہارے واسطے تاکہ تم گمراہ نہ ہو ۱۱۷ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے ف۱ ۱۱۸

ع ۲۴ ۵

منزل ۱

ف۱ آخری رسول اور آخری کتاب پر ایمان لانے کی ترغیب ۱۲۔

ف۲ بشارت برائے مومنین ۱۲۔

ف۳ آخر میں احکام وراثت ہیں سے ایک حکم پر تنویر ہے ۱۲۔

ف۴ سورت کے آخر میں بھی احکام کا ذکر کیا گیا تاکہ معلوم ہوجائے کہ اس سورت میں اصل مقصد احکام کا بیان تھا ۱۲۔

۱۱۵ یہ سورت کا خاتمہ ہے اور احکام رعیت میں سے حکم وراثت پر تنویر ہے یعنی مسئلہ کلالہ پر چونکہ کلالہ کی بعض صورتیں گذشتہ آیت میں مذکور نہ تھیں اس لئے ان کے بارے میں لوگوں نے سوال کیا تو اس کے جواب میں تفصیلی شقوں کے ساتھ یہ آیت نازل ہوئی۔ نیز ابتدا سورت کی ابتدا میں احکام کا بیان تھا اس لئے خاتمہ میں بھی احکام بیان کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ اس سورت کا اصلی مقصد بیان احکام ہے اور اس سورت کا ربط آل عمران سے یہ بھی ہے کہ اس میں عدم اعتقاد عبادت دپکار کے اعتبار سے شرک کی نفی تھی یہاں عدم اعتقاد احکام کے اعتبار سے شرک کی نفی ہے یہی وجہ ہے احکام میراث کی مخالفت اور قتل عمد پر خلود فی النار کی وعید سنائی گئی جیسا کہ ومن یقتل مومنا متعمدا کے تحت گذر چکا ہے۔ کلالہ کا حکم پہلے رکوع ۲ میں بھی گذر چکا ہے یہاں پھر اس کا حکم بیان کیا گیا ہے بظاہر دونوں حکموں میں تضاد معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں تضاد نہیں کیونکہ کلالہ (یعنی جس کے اصول و فروع میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو) اگر مر جائے تو اس کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ اس کے مادری بھائی بہنیں اس کے وارث ہوں دوم یہ کہ پدری ہوں سوم یہ کہ عینی ہوں تینوں کے احکام مختلف ہیں دوسرے رکوع میں پہلی صورت کا حکم بیان کیا گیا تھا اب یہاں باقی دو صورتوں کا حکم بیان کیا گیا ہے اس لئے یہاں اُخْتٌ سے عینی (ماں باپ دونوں کی طرف سے) اور پدری بہن مراد ہے۔ والمراد بالاخت الاخت من الابوین والاب لان الاخت من الام فرضها السدس قد مر بیانه فی صدر السورة الکریمة (روح ج ۶ ص ۴۴) اس آیت میں کلالہ کی وراثت کی چار صورتیں مذکور ہیں پہلی صورت ولہ اخت فلها نصف ما ترک یعنی اگر کلالہ کے ورثا میں صاحب فرض صرف اسکی مذکورہ بالا بہن ہی ہو تو ترکہ کا نصف اسے بطور فرض ملیگا اور باقی عصبات میں تقسیم ہوگا اگر عصبات نہ ہوں تو باقی نصف بھی بطور رد کلالہ کی بہن کو ملیگا ۱۱۶ یہ دوسری صورت ہے اگر بھائی وارث ہو اور اس کی بہن مر جائے اور اس کے کوئی اولاد نہ ہو تو بھائی اسکے سارے ترکہ کا وارث ہوگا ای الاخ یرث الاخت جمیع مالها ان قدر الامر علی العکس من موتها وبقائه (مدارک ج ۱ ص ۲۰۶) تیسری صورت فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ اور اگر کلالہ کی دو بہنیں ہوں تو ان کو بدستور مذکور ترکہ کا دو تہائی (۳/۲) ملیگا۔ چوتھی صورت وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً اور اگر کلالہ کے ورثا اس کے بھائی اور بہنیں مخلوط ہوں تو ترکہ کی تقسیم للذکر مثل حظ الانثیین کے طریق پر ہوگی یعنی ترکہ اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ بہن کو بھائی سے نصف ملے ۱۱۷ یہاں اَنْ تَضِلُّوْا سے پہلے کراهة مضاف مقدر ہے اور یہ يُبَيِّنُ کا مفعول لہ ہے بصرہ کے نحویوں اور امام مبرد کی رائے یہی ہے فقدره البصری والمبرد وغیره کراهة ان تضلوا (بحر ج ۳ ص ۴۰۹) یعنی اللہ تعالیٰ اس طرح تمہارے لئے کھول کر حال بیان کرتا ہے کیونکہ وہ تمہارے سیدھی راہ سے بھٹک جانے کو پسند نہیں کرتا۔ کوفیوں، امام فراء، زجاج اور کسائی کے نزدیک یہاں اَنْ سے پہلے لام اور اس کے بعد لا مقدر ہے ای لئلا تضلوا (روح) یعنی اللہ تعالیٰ احکام اسلئے بیان کرتا ہے کہ تم بھول اور بھٹک نہ جاؤ ۱۱۸ اللہ تعالیٰ تمہاری زندگی اور موت سے متعلقہ تمام احوال وواردات کو خوب جانتا ہے اور اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے اس لئے وہ تمہارے لئے احکام بیان فرماتا ہے جس میں تمہاری مصلحت اور تمہارا دینی اور دنیوی فائدہ ہو۔

تفسیر سورۂ نساء بوقت ۳/۴ ۷ بجے صبح بتاریخ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ بروز ہفتہ ختم ہوئی فالحمد للہ اولا وآخرا

موضح قرآن ف۱ کلالہ کے معنی ہار اضعیف یہاں فرمایا اسکو جس کے وارثوں میں باپ اور بیٹا نہیں کہ اصل وارث وہی تھے تو اس وقت سگے بہن بھائی کو بیٹی بیٹا کا حکم ہے سگے نہ ہوں تو یہی حکم سوتیلوں کا۔ نری ایک بہن کو آدھا اور دو کو دو تہائی اور ملے ہوں بھائی بہن۔ تو مرد کو حصہ دوہرا عورت کو اکہرا اور جو نرے بھائی ہوں تو ان کو فرمایا کہ وہ بہن کے وارث ہیں یعنی حصہ میں معین نہیں وہ عصبہ ہیں فائدہ اگر بیٹی ہو اور بہن ہو تو حصہ بیٹی کو اور بہن عصبہ ہے یعنی حصہ داروں سے بچے سو وہ لے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی اعیانی واگر نباشد علاتی قائم مقام اعیانی بود ۱۲۔

سورۂ نساء میں آیاتِ توحید

مع مختصر خلاصجات

١- وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا (ع ٦) نفی شرک فی الدعاء

٢- اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ج وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا (ع ٧) نفی شرک ہمہ اقسام

٣- اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط (ع ١١) نفی شرک ہمہ اقسام

٤- اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ط وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (ع ١٨) نفی شرک ہمہ اقسام۔

٥- اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ج وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۙ لَّعَنَهُ اللّٰهُ م (ایضًا) نفی شرکِ اعتقادی۔

٦- وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا۔ تا۔ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا (ایضًا) نفی شرکِ فعلی۔

٧- يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ط اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ج اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ز فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ قف وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ط اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ط اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ط سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ م لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (ع ٢٣) نفی شرکِ اعتقادی وفعلی

٨- لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ط وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا (ع ٢٤) نفی شرک اعتقادی وفعلی۔

آج بروز ہفتہ بتاریخ ٢٢ محرم الحرام ١٣٨٣ھ مطابق ١٥ جون ١٩٦٣ء سورۂ نساء کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ اولاً وآخرًا والصلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ دائمًا ابدًا وعلٰی سائر عبادہ الصالحین لیلًا ونہارًا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۂ مائدہ

نام اس سورت کا نام مائدہ ہے جو اسی سورت کے رکوع ۱۵ کی آیت (۴) اور (۶) سے ماخوذ ہے یعنی هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ اور اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ

ربط سورۂ مائدہ کو ماقبل سے تین طرح کا ربط ہے۔ اول ربط ابھی جیسا کہ سورۂ فاتحہ وغیرہ میں گذر چکا ہے۔ دوم سورۂ بقرہ میں وہ تمام مضامین ذکر کئے گئے ہیں جو سارے قرآن میں تفصیل سے ذکر کئے گئے ہیں توحید، رسالت، جہاد فی سبیل اللہ، انفاق فی سبیل اللہ، امورِ انتظامیہ وغیرہ۔ سورۂ بقرہ میں نفی شرکِ اعتقادی یا نفی شرک فی التصرف، نفی شرکِ فعلی اور نفی شفاعت قہری کو نقلی اور عقلی دلائل کے ساتھ مبرہن کر کے ذکر کیا گیا۔ پھر سورۂ آلِ عمران میں صرف شرکِ اعتقادی اور شرک فی الدعاء کی نفی کی گئی اور توحید و رسالت پر علماءِ اہلِ کتاب کے شبہات کا رد کیا گیا اس کے بعد سورۂ نساء میں امورِ انتظامیہ متعلقہ رعیت و حکام (احکام رعیت اور احکام سلطانیہ) کو تفصیل سے بیان کیا گیا۔ اور درمیان میں نفی شرکِ فعلی اور نفی شرکِ اعتقادی کا بھی قدرے ذکر کیا گیا۔ اب سورۂ مائدہ میں اور اس کے بعد انعام میں نفی شرکِ فعلی کو تفصیل سے ذکر کیا گیا اور اس کے پہلو بہ پہلو شرک فی التصرف کی نفی بھی مذکور ہے۔ سوم، سورۂ نساء کے آخر میں فرمایا وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوْا یعنی اللہ تعالیٰ اپنے احکام کھول کھول کر اس لئے بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ اس لئے شرک و کفر کی گمراہی سے بچانے کے لئے سورۂ مائدہ میں شرکِ فعلی و شرک اعتقادی کا تفصیل سے رد فرمایا۔

خلاصہ سورۂ مائدہ کے دو حصے ہیں۔ حصۂ اول ابتدائے سورت سے لیکر رکوع نمبر ۶ میں وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تک ہے۔ اس حصے میں شرک کی مذکورہ بالا دونوں قسموں کا رد کیا گیا ہے۔ شروع سے لیکر رکوع ۳ میں وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ تک شرکِ فعلی کی نفی کا بیان ہے۔ اور اس کے متصل بعد يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ الخ سے لے کر حصۂ اول کے آخر تک میں شرکِ اعتقادی کی نفی کا ذکر ہے۔ شرکِ فعلی کے رد کے دوران يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ سے ایک امرِ مصلح یعنی نماز کا ذکر کیا گیا ہے۔ حصۂ اول کے بعد يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الخ سے لے کر رکوع ۹ کے آخر وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ تک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین اور منافقین یہود کے معاندانہ رویہ پر غم کرنے سے منع فرمایا اور آپ کو تسلی دی اور اس کے بعد یہود و نصاریٰ کے مولویوں اور پیروں پر زجریں فرمائیں جو اللہ کی کتاب میں رد و بدل کرتے اور خود بھی دونوں قسم کا شرک کرتے تھے۔ وہ غیر اللہ کو پکارتے تھے اور غیر اللہ کی نیازوں کو حلال سمجھ کر کھاتے بھی تھے۔ اور لوگوں کو بھی شرک سکھاتے اور ان کو بدراہ کرتے تھے۔ اس کے بعد يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ سے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جب ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنی خواہشات کی وجہ سے توحید کو نہیں مانتے اور شرک سے اور شرک کی اشاعت سے باز نہیں آتے تو انہیں ان سے بائیکاٹ کرنا چاہیئے۔ جو ان سے بائیکاٹ نہ کرے گا اور بدستور ان سے دوستی رکھے گا اسے انہی میں شمار کیا جائیگا اس کے بعد يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ الخ (رکوع ۱۰) سے سورت کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے جو سورت کے آخر تک چلا گیا ہے۔ اس حصے میں بھی انہی دونوں مضمون کا لف و نشر غیر مرتب کے طور پر اعادہ کیا گیا ہے۔ حصۂ دوم کی ابتداء سے لیکر رکوع ۱۱ کے اختتام یعنی اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ تک شرکِ اعتقادی کی نفی مذکور ہے اور رکوع ۱۲ کی ابتداء یعنی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ الخ سے لیکر سورت کے آخر تک شرکِ فعلی کی نفی مذکور ہے۔ اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے بیان فرمایا کہ اللہ کی تحریمات کو باقی رکھو اور غیر اللہ کی تحریمات کو ختم کر دو۔ نیز اللہ کی نذر و نیاز کو حلال سمجھو اور کھاؤ لیکن غیر اللہ کی نیازوں کو حرام جانو اور ان کو مت کھاؤ۔ آخر میں لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ سے پوری سورت کا مختصر خلاصہ بیان فرما دیا ہے۔ یعنی زمین و آسمان کی حکومت اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے نہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے قبضے میں جیسا کہ نصاریٰ کا گمان ہے کہ حضرت مسیح بھی متصرف و مختار ہیں اس سے بالذات شرک فی التصرف کی نفی ہے اور بالتبع شرکِ فعلی کی۔ جب زمین و آسمان کی حکومت اللہ کے ہاتھ میں ہے تو اس کے سوا کوئی متصرف و مختار اور کوئی عبادت اور پکار کا مستحق بھی نہیں۔

حصۂ اول

۱۔ شرک فعلی کی نفی ۔ ۲۔ شرک اعتقادی (شرک فی التصرف) کی نفی

سے سورت کی ابتدا سے سورت کے پہلے حصے کی ابتدا ہوتی ہے یہ حصہ رکوع ۶ میں وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پر ختم ہوتا ہے اس حصے میں شرک کی دو قسموں یعنی شرک فعلی اور شرک اعتقادی کا رد ہے۔ شروع سے لیکر رکوع ۳ میں وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ تک میں نفی شرک فعلی کا مضمون مذکور ہے اور اس کے متصل بعد يَآ اَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا الخ سے لیکر حصۂ اول کے آخر تک شرک فی التصرف کی نفی کا بیان ہے۔

سے العقود، عقد کی جمع ہے جس کے معنی اصل لغت میں مضبوطی سے گرہ باندھنے کے ہیں لیکن بطور استعارہ یہ لفظ پختہ اور مضبوط عہد و پیمان باندھنے اور خرید و فروخت وغیرہ معاملات کے لئے عام استعمال ہوتا ہے۔ اس آیت میں عقود سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین کی آراء مختلف ہیں بعض نے اسلام سے پہلے کے عہد و پیمان اور قسمیں مراد لی ہیں بعض کہتے ہیں اس سے بیع و شراء اور نکاح وغیرہ کے عقود مراد ہیں۔ بعض نے اس کے ساتھ آپس میں کئے گئے وعدے بھی شامل کئے ہیں بعض مفسرین نے اس آیت کو مومنین اہل کتاب کے ساتھ مختص کیا ہے اور عقود سے وہ میثاق مراد لیا ہے جو تورات اور انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور آپ کی تائید کرنے کے بارے میں ان سے لیا گیا تھا۔ یہ تمام اقوال تفسیر ابن جریر ج ۶ ص ۲۸ و قرطبی ج ۶ ص ۳۲ اور روح المعانی ج ۶ ص ۴۸ وغیرہ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ مگر ان تمام صورتوں میں اس جملے کا مابعد سے کوئی واضح تعلق اور ربط سمجھ میں نہیں آتا اور یہ جملہ مابعد سے بے جوڑ سا معلوم ہوتا ہے لیکن محققین کے نزدیک اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عام ہے اور اس سے تمام مومنین مراد ہیں خواہ وہ اہل کتاب سے ایمان لائے ہوں یا مشرکین عرب سے۔ قال ابن جریج هو خاص باهل الكتٰب وفيهم نزلت وقيل هي عامة وهو الصحيح (قرطبی) اسی طرح محقق مفسرین جن کے سرخیل حضرت عبداللہ بن عباس ہیں کی رائے یہ ہے کہ عقود سے وہ تمام فرائض و واجبات حلال و حرام کی تمام حدود اسلام کے باقی تمام احکام اور معاملات کے عقود مراد ہیں، جن کی پابندی اور جن کو پورا کرنے کا ہر شخص قبول اسلام یا حد بلوغ کو پہنچنے وقت اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہے علامہ خازن يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ (بقرہ ع ۳) کی تفسیر میں فرماتے ہیں ای عهد الله الى خلقه وامره اياهم بما امرهم به من طاعته ونهيه اياهم عما نهاهم عنه من معصيته في كتبه وعلى لسان رسله... یعنی عهداً ابرمه الله تعالى والحكم بما انزل الله في كتابه من اٰياته الدالة على توحيده (خازن ج ۱ ص ۳۷) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اسی کو ترجیح دیتے تھے۔ کیونکہ قرآن مجید کی بعض دوسری آیتوں سے اسی مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً اسی سورت میں رکوع ۲ میں ارشاد ہے۔ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر مسلمانوں کو وہ عہد

سُوْرَةُ الْمَآئِدَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۂ مائدہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو بیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں لے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۭ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ

لے اے ایمان والو سے پورا کرو عہدوں کو ف۱ حلال ہوئے تمہارے لئے چوپائے سے

الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ

مویشی سوائے ان کے جو تم کو آگے سنائے جائیں گے ھ مگر نہ حلال جانو شکار کو ف۲ احرام کی

حُرُمٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

حالت میں بے شک اللہ حکم کرتا ہے جو چاہے ف اے ایمان والو ھ

لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ

بے حرمتی نہ کرو اللہ کی نشانیوں کی اور نہ ادب والے مہینہ کی اور نہ اس جانور کی جو نیاز کعبہ کی ہو

وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ

اور نہ جن کے گلے میں پٹہ ڈال کر لیجاویں کعبہ کو اور نہ آنے والوں کی حرمت والے گھر کی طرف جو ڈھونڈتے ہیں

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۭ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ۭ

فضل اپنے رب کا اور اس کی خوشی ف۳ اور جب احرام سے نکلو تو شکار کر لو ۹

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ

اور باعث نہ ہو تم کو ۱۰ اس قوم کی دشمنی جو کہ تم کو روکتی تھی حرمت والی

الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠

مسجد سے ۱۱ اس پر کہ زیادتی کرنے لگو اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ

اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے

... یعنی تمہارا جب کرکے بیٹھا رہنا جنگ حرمت میں داخل ہوگا اس سے مراد مشرکین نہیں لہٰذا یہ آیت منسوخ نہیں ... جمہ معرفہ

موضح قرآن ف۱ یعنی جب آدمی مسلمان ہوا تو سب حکم اللہ کے قبول کرنے ٹھہر چکا۔ اب آگے حکم فرمائے ان کو قبول کرو۔ ف۲ مواشی وہ جانور ہیں جن کو لوگ پالتے ہیں کھانے کو جیسے گائے بکری بھیڑ جنگل کے ہرن اور نیلہ گاؤ وغیرہ اسی میں داخل ہیں کہ جنس ایک ہے ان کو احرام کے وقت اور اسی طرح حرم کے مکان میں حرام فرمایا۔ اس کے ساتھ حرم کے آداب اور بھی فرمائے ۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی عہد یکہ با خدا بستہ اید در التزام احکام او تعالیٰ ۱۲ ف۲ مترجم گوید یعنی شتر و گاؤ و گوسفند وایں سہ قسم را انعام گویند حلال است مگر میتہ و موقوذہ و آنچہ بیاید واللہ اعلم۔ ۱۲ ف۳ مترجم گوید یعنی تعرض حاجیاں و معتمران مسلمانان نباید کرد و لفظ ایشان نباید گرفت۔ واللہ اعلم ۱۲ ف۴ مترجم گوید یعنی پیش از فتح مکہ و بعض از آنکہ مسلمان شوند۔ واللہ اعلم ۱۲

یاد دلایا جوانہوں نے سَمِعۡنَا (ہم نے سن لیا) اور اَطَعۡنَا (ہم نے قبول کیا) کہہ کر باندھا تھا۔ نیز یہ مفہوم اجلّہ صحابہؓ و تابعین سے منقول ہے۔ حضرت ابن عباس رضا اور مجاہد رح فرماتے ہیں اوفوا بالعقود معناہ بما احل و بما حرم و بما فرض و بما حد فی جمیع الاشیاء (قرطبی) اوفوا بالعقود یعنی یاایھا الذین التزمتم بایمانکم انواع العقود والعھود فی اظھار طاعۃ اللہ اوفوا بتلک العقود (کبیر ج ۳ ص ۵۱۷، نیشاپوری ج ۶ ص ۲۴) المراد بھا ما یعم جمیع ما الزمہ اللہ تعالیٰ عبادہ وعقد علیھم من التکالیف والاحکام الدینیۃ ومایعقدونہ فیما بینھم من عقود الامانات والمعاملات ونحوھا الخ (روح ج ۶ ص ۴۸) شاہ ولی اللہ صاحب رح اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں "اے مومنان وفا کنید بعہدہا یعنی عہد یکہ با خدا البتہ اید در التزام احکام او" اس مفہوم کی بنا پر اس کا تعلق اور ربط مابعد سے بالکل واضح ہے اور اس آیت کا یہ حصہ پوری سورت کے لئے بمنزلہ تمہید ہے۔ اس میں فرمایا اے ایمان والو تم نے جو فرائض و واجبات اور حلال و حرام وغیرہ کے احکام کی بجاآوری اور ان کے التزام کا اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے اسے پورا کرو پھر اس کے بعد اُحِلَّتۡ لَکُمۡ بَھِیۡمَۃُ الۡاَنۡعَامِ سے حلال و حرام کے احکام بیان کرنے شروع کر دیئے۔ اس سے مقصود شرک فعلی کی نفی ہے۔ ۴؎ ایفائے عقود اور التزام احکام کا عام حکم دینے کے بعد چوپایوں کی حلت و حرمت کا ذکر فرمایا جس سے اصل مقصد شرک فعلی کا رد ہے۔ یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب نے بعض حلال چیزوں کو اپنے معبودوں کی تعظیم اور خوشنودی کے لئے محض اپنے ظن اور تخمین سے حرام کر رکھا تھا۔ مشرکین نے اس نوع کے جو چوپائے حرام کر رکھے تھے وہ ان کے یہاں بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام سے مشہور و معروف تھے جن کا تفصیلی ذکر سورۂ مائدہ کے رکوع ۱۴ میں آرہا ہے۔ ان کے پاس ان کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں تھی ان حلال چیزوں کی تحریم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر افترا قرار دیا ہے۔ وَحَرَّمُوۡا مَا رَزَقَھُمُ اللہُ افۡتِرَآءً عَلَی اللہِ (انعام ع ۱۶) یہود نے اونٹ کا گوشت اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا۔ علیٰ ہذا اسی قسم کی کئی تحریمات نصاریٰ نے تراش رکھی تھیں۔ ان تحریمات کا حکم یہ ہے کہ وہ باطل ہیں، انہیں اٹھانا چاہیئے اور ان سے کوئی حلال چیز حرام نہیں ہوتی۔ مذکورہ اشیاء جس طرح مشرکین کی تحریم سے پہلے حلال تھیں اسی طرح اب بھی حلال ہیں۔ چنانچہ اُحِلَّتۡ لَکُمۡ بَھِیۡمَۃُ الۡاَنۡعَامِ میں انہی تحریمات مشرکین یا تحریمات لغیر اللہ کا حکم بیان فرمایا کہ یہ چوپائے تمہارے لئے حلال ہیں ان کو کھاؤ اور انہیں حرام مت سمجھو۔ کانت للعرب سنن فی الانعام من البحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ والحام یاتی بیانھا فنزلت ھذہ الاٰیۃ رافعۃ لتلک الاوھام الخیالیۃ والاٰراء الفاسدۃ الباطلۃ (قرطبی ج ۶ ص ۳۴) ومقتضیٰ ھذین التاویلین انہ تعالیٰ اراد تحلیل ما حرم اھل الجاھلیۃ علی انفسھم من الانعام کالبحیرۃ والسائبۃ (مظہری ج ۳ ص ۷) شرک فعلی کے ساتھ شرک اعتقادی بھی ضرور ہوتا ہے کیونکہ جب کسی کے دل میں غیر اللہ کے متعلق یہ اعتقاد پیدا ہو جائے کہ وہ مختار و متصرف اور غیب دان ہے تو پھر اس کی خوشنودی کیلئے وہ حلال چوپایوں کو حرام کر دیتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وہ چوپائے حلال ہیں ان کو حلال سمجھو بھی اور ان کو کھاؤ بھی تاکہ شرک اعتقادی اور شرک فعلی دونوں کی جڑ کٹ جائے۔ یہ مضمون قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں مذکور ہے مثلاً ۱۔ کُلُوۡا مِمَّا فِی الۡاَرۡضِ حَلٰلًا طَیِّبًا (بقرہ ع ۲۱) ۲۔ لَا تُحَرِّمُوۡا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللہُ لَکُمۡ (مائدہ ع ۱۲) ۳۔ مَا جَعَلَ اللہُ مِنۡۢ بَحِیۡرَۃٍ وَّلَا سَآئِبَۃٍ وَّلَا وَصِیۡلَۃٍ وَّلَا حَامٍ (مائدہ ع ۱۴) ۴۔ قَالُوۡا ھٰذِہٖۤ اَنۡعَامٌ وَّحَرۡثٌ حِجۡرٌ لَّا یَطۡعَمُھَاۤ اِلَّا مَنۡ نَّشَآءُ الخ (انعام ع ۱۶) ۵۔ قُلۡ مَنۡ حَرَّمَ زِیۡنَۃَ اللہِ الَّتِیۡۤ اَخۡرَجَ لِعِبَادِہٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزۡقِ (اعراف ع ۴) بھیمۃ الانعام میں اضافت بیانی ہے۔ واضافتھا الی الانعام للبیان کثوب خز ای احل لکم اکل البھیمۃ من الانعام (روح ج ۶ ص ۴۹) یعنی تمہارے لئے انعام چوپائے حلال ہیں انہیں کھاؤ کسی کے حرام کرنے سے وہ حرام نہیں ہو سکتے اس سے مراد ابل، بقر اور غنم ہیں جیسا کہ سورۂ انعام کے رکوع ۱۷ میں تفصیل سے مذکور ہے۔ غیر اللہ کی تحریمات کے مقابلے میں اللہ کی تحریمات ہیں ان کا حکم آیت کے اگلے حصے میں مذکور ہے ۵؎ یہ ماقبل سے استثناء ہے اور اس میں اللہ کی تحریمات کے حکم کی طرف اشارہ ہے کہ ان کو حرام سمجھو۔ اور ان کو مت کھاؤ یعنی تمہارے لئے تمام انعام چوپائے حلال ہیں البتہ ان میں سے جن کا ذکر آگے آرہا ہے وہ حرام ہیں انہیں مت کھاؤ مَا یُتۡلٰی سے آیت تحریم مراد ہے جو اسی رکوع میں آگے آرہی ہے اٰیۃ تحریمہ وھو قولہ حرمت علیکم المیتۃ۔ الاٰیۃ (مدارک ج ۱ ص ۲۰۳) ۶؎ یہ دوسرا دعویٰ ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی تحریمات کا بیان ہے ان کا حکم یہ ہے ان کو قائم رکھو اور ان کو حلال مت جانو۔ عام مفسرین نے اس کو لکم کی ضمیر خطاب سے حال قرار دیا ہے اور مقصود احسان جتلانا بیان کیا ہے کہ حالتِ احرام میں صرف شکار حرام کیا ہے باقی چوپائے حرام نہیں کئے کما فی الکشاف ج ۱ ص ۴۱۲۔ اس طرح تحریمات اللہ کا مسئلہ محض ضمنی بنکر رہ جائیگا حالانکہ وہ مقصودی مسئلہ ہے اس لئے اسے کُمۡ سے حال بنانے کی بجائے کان محذوف کی خبر قرار دیا جائے ای کونوا غیر محلی الصید اور کان کا مع اسم حذف کرنا اور خبر کو باقی رکھنا کلام عرب میں شائع ہے جیسا کہ امام ابن مالک الفیہ میں رقمطراز ہیں یحذفونھا و یبقون الخبر۔ بعد لو وان کثیرًا ذا اشتھر۔ اس سے معلوم ہوا کہ لو اور انؔ کے بعد کان کا حذف بکثرت ہوتا ہے اور ان کے علاوہ بھی حذف جائز ہے۔ ۷؎ یہ محلی الصید میں ضمیر مستتر سے حال ہے۔ حُرُمٌ، حَرَامٌ کی جمع ہے جس کے معنی محرم یعنی احرام والے کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ احرام کی حالت میں شکار کو حلال مت سمجھو اِنَّ اللہَ یَحۡکُمُ مَا یُرِیۡدُ یہ پہلے دونوں دعوؤں کی اجمالی دلیل ہے یعنی اللہ تعالیٰ جو ہر چیز کا مالک ہے وہ جو چاہے حکم صادر فرمائے اس پر کوئی اعتراض نہیں ۸؎ یہ تیسرا دعویٰ ہے۔ یہاں اللہ کی نذروں، نیازوں اور بیت اللہ کی منتوں کی حرمت و عزت قائم رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ شَعَآئِرَ اللہِ سے اللہ کے دین کی یادگاریں مراد ہیں۔ قال الشیخ الانور۔ مثلاً صفا، مروہ، بیت اللہ اور بیت اللہ کی طرف جانے والی قربانیاں اور ہدایا عن مجاھد قول اللہِ شعائر اللہِ الصفا والمروۃ والھدی والبدن کل ھٰذا من شعائر اللہِ (ابن جریر ج ۶ ص ۳۶) حضرت شیخ نے فرمایا شعائر اللہِ ما کان معلمًا بقربان یتقرب بہ الی اللہِ من صلوٰۃ اودعاء اوذبیحۃ او غیرھا۔ امام رازی فرماتے ہیں قال بعضھم الشعائر ھی الھدایا تطعن فی اسنامھا وتقلد لیعلم انہ ھدی (کبیر ج ۳ ص ۵۲۲) وَلَا الشَّھۡرَ الۡحَرَامَ الف لام جنس کا ہے اور اس سے مراد چار عزت والے مہینے ہیں جن میں جنگ و قتال ممنوع تھا یعنی رجب، ذیقعدہ ذی الحجہ اور محرم الحرام۔ وَلَا الۡھَدۡیَ یہ ھَدۡیَۃٌ کی جمع ہے اور اس سے وہ چوپائے مراد ہیں جو تقرب الی اللہ کی نیت سے بیت اللہ کی طرف ہدیہ اور نذر و منت کے طور پر لیجائے جاتے ہیں۔ وھو ما اھدی الی البیت وتقرب بہ الی اللہِ تعالیٰ من النسائک وھو جمع ھدیۃ (مدارک ج ۱ ص ۲۰۳) الھدی ما اھدی الی بیت اللہ تعالیٰ من ناقۃ او بقرۃ او شاۃ الخ (قرطبی ج ۶ ص ۳۹) وَلَا الۡقَلَآئِدَ یہ قَلَادَۃٌ کی جمع ہے اور قلادہ وہ نشانی ہے جسے ہدی کے جانوروں کے گلے میں لٹکا دیا جاتا تھا تاکہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ بیت اللہ کی ہدی ہے اور اس سے کوئی تعرض نہ کرے۔ قلادوں کی بے حرمتی کرنے سے بطور مبالغہ منع فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ خود ہدایا تو کجا ان کے گلے کے قلادوں کی بے حرمتی بھی مت کرو۔ یا القلائد سے پہلے ذوات مضاف محذوف ہے ای ذوات القلائد یعنی قلادوں والے جانوروں کی بے حرمتی مت کرو۔ المراد منہ الھدی ذوات القلائد ...... الثانی انہ نھی عن التعرض لقلائد الھدی مبالغۃ فی النھی عن التعرض للھدی (کبیر ج ۳ ص ۵۲۲) وَلَا اٰمِّیۡنَ الۡبَیۡتَ الخ اس سے اطراف مکہ کے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے مشرکین سے مل کر حدیبیہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے

سائقیوں کو بیت اللہ کے طواف سے روکا تھا مگر بعد میں اسلام قبول کرلیا اور محض للہ کی رضا کے لئے ہدایا لیکر حج کو آتے تھے ان کو چھیڑنے اور ان کی بے حرمتی کرنے سے منع فرمایا۔ حاصل یہ کہ ایمان والوں کو اس سے منع فرمایا کہ وہ شعائر اللہ اور اللہ کے گھر کی نذروں، منتوں اور حجاج کرام کی بے حرمتی کریں یا ان سے کسی قسم کا ناجائز تعرض کریں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رح اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں مترجم گوید یعنی تعرض حاجیاں و معتمران مسلماناں نباید کرد و لفظ ایشاں نباید گرفت۔ واللہ اعلم۔ حضرت شیخ کے نزدیک بھی راجح یہی ہے کہ اس سے مسلمان حجاج ہی مراد ہیں۔ بعض مفسرین نے اٰمّین الْبَیْتَ سے وہ مشرکین مراد لئے ہیں جنہوں نے حدیبیہ کے دن آپ کو بیت اللہ سے روکا تھا اور مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ یعنی جب یہ لوگ حج کو آئیں تو ان سے تعرض مت کرو اور مشرکین کا اپنے زعم میں حج کرنے سے مقصود اللہ کی رضامندی تھا اگرچہ شرک کی وجہ سے وہ اللہ کی رضامندی حاصل نہیں کر پاتے تھے ان کے نزدیک یہ آیت فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (توبہ) سے منسوخ ہے لیکن جو مفسرین اس آیت کو مسلمانوں کے حق میں مانتے ہیں ان کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں وقال بعض المفسرین ان الاٰیۃ فی المسلمین فھی محکمۃ وحکمھا باق فلم تنسخ (المنار ج ٦ ص ۱۳٦) وکذا فی الکبیر ج ٣ ص ٥٢٢) لیکن حضرت شیخ کے نزدیک پہلا معنی راجح ہے۔

ف٥ یہ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ الخ سے متعلق ہے۔ وہاں بحالتِ احرام شکار کرنے سے منع فرمایا تھا یہاں فرمایا جب احرام سے باہر آجاؤ تو شکار کرنے کی اجازت ہے۔ یہ امر وجوب کے لئے نہیں، اباحت کے لئے ہے۔ فالامر للاباحۃ بعد الحظر (روح ج ٦ ص ٥٥)

رکوع

اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ② حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ

بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے ف٤ ف١ حرام ہوا تم پر مردہ جانور ٥

وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ

اور لہو اور گوشت سؤر کا اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا اور

الْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ

جو مر گیا گھٹ کر ٥ یا چوٹ سے یا اونچے سے گر کر یا سینگ مارنے سے اور جس کو

اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ قف وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ

کھایا ہو درندہ نے مگر جس کو تم نے ذبح کر لیا اور حرام ہے جو ذبح ہوا کسی تھان پر ٥ ف٢ اور یہ کہ

تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ط ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ط اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ

تقسیم کرو جوئے کے تیروں سے ٥ یہ گناہ کا کام ہے ٥ آج ناامید ہو گئے ٥

كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط اَلْيَوْمَ

کافر تمہارے دین سے سو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج

اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ

میں پورا کر چکا ٥ تمہارے لئے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے

الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ

اسلام کو دین پھر جو کوئی لاچار ہو جاوے ٥ بھوک میں لیکن گناہ پر مائل نہ ہو

لِّاِثْمٍ لا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ③ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ

تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف٣ ف٤ تجھ سے پوچھتے ہیں ٥ کہ کیا چیز

اُحِلَّ لَهُمْ ط قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ لا وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ

ان کے واسطے حلال ہے کہہ دے تم کو حلال ہیں ستھری چیزیں ٥ ف٥ اور جو سدھاؤ ٥

الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ز فَكُلُوْا

شکاری جانور شکار پر دوڑانے کو کہ ان کو سکھاتے ہو اس میں سے جو اللہ نے تم کو سکھایا ہے سو کھاؤ

٥ ای الکواسب ٥ ای مسلطین۔

[illegible]

موضح قرآن ف١ حلال نہ سمجھو یعنی ہاتھ نہ ڈالو اللہ کے نام کی چیزوں پر یعنی کافر بھی اگر نیازِ کعبہ لاویں تو لوٹ مت لو اور ماہ حرام میں ان کو نہ مارو۔ اور لٹکن والیاں بھی وہ قربانی کے جانور ہیں جن کے گلے کو پہچاننے میں نشان کر کر۔ اور فرمایا کہ کافروں نے تم کو روکا تھا مسجد سے تم زیادتی نہ کرو یعنی آنے کو نہ روکو۔ باقی آگے سے منع کر دو کہ کافر نہ آوے تو یہ روا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کافر جس کام میں اللہ کو تعظیم کرے اس کام کو فضیحت نہ کرے مگر جو بت کی تعظیم کرے تو البتہ اہانت کرے۔ ف٢ مواشی میں سے یہ چیزیں حرام فرمائیں۔ سؤر اور ہر چیز کا لہو اور آپ سے مرا یا کسی طرح بغیر ذبح کے اور جو خدا کے سوا کسی کے نام پر ذبح کیا اور جو کسی مکان کی تعظیم پر ذبح کیا سوائے خانۂ خدا۔ مگر یہ چیزیں مضطر کو معاف ہیں اور بانٹا کرنا پانسوں سے۔ یہ کافروں کا ایک جوا تھا کہ شرط بد کر ایک جانور دس شخص نے برابر خریدا اور ذبح کیا اور دس پانسے تھے کسی پر لکھا آدھا کسی پر پاؤ کم زیادہ کوئی خالی پھر بانٹنے لگے تو ہر ایک کے نام پر جو پانسا آیا وہی حصہ اس کو ملا یا خالی نکل آیا۔ شرط بدنی تمام حرام ہے یہ بھی اسی میں داخل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر خدا کے نام پر جانور ذبح ہو یا غیر خدا کی تعظیم پر وہ مردار ہے۔ یہ جو فرمایا کہ آج پورا دین تمہارا دے چکا یہ آیت آخر کو اتری ہے کہ سب احکام اللہ کے نازل ہو چکے تھے۔ اس کے بعد تین مہینے حضرت زندہ رہے ہیں۔

فتح الرحمٰن ف١ مترجم گوید حکم تغلیظ تحریم قتال در اشہر حرم مخصوص است بمسلمین بدلیل آیہ سورۂ بقرہ و تحریم تعرض حاجیاں نیز بمسلمین مخصوص است بدلیل سورۂ برات و ایں آیت آخر ما نزل است۔ منسوخ داشتن آنہا چنانکہ عامہ مفسرین میگویند راست نمی آید۔ واللہ اعلم ۱۲۔ ف٢ مترجم گوید یعنی بر صورت و قبر واللہ اعلم ۱۲ ف٣ مترجم گوید یعنی در مخمصہ خوردن مردار جائز است و نزدیک ابو حنیفہ فائدہ لفظ غیر متجانف آں است کہ زیادہ از ضرورت نخورد و نزدیک مالک و شافعی رح آنست کہ قاطع طریق و سارق را رخصت نیست و ایں آیہ آخر آیات قرآن است بعد ازیں ہیچ آیت نازل نہ شدہ۔ واللہ اعلم ۱۲۔ ف٤ یعنی آنچہ عرب پاکیزہ دانند۔ واللہ اعلم ۱۲۔

لَا جَرَمُ کے معنی برانگیختہ کرنے اور اکسانے کے ہیں ای لا یحملنکم عن ابن عباس وقتادۃ (قرطبی ج ٦ ص ٤٤) شَنَاٰنُ بغض وعداوت شَنَاٰنُ قومٍ ای بغضهم (مفردات ص ٢٦٨) حضرت شیخ نے فرمایا قوم سے یہاں وہی جدید مسلمان مراد ہیں جن کا پہلے اٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ میں ذکر ہو چکا ہے۔ اَنْ صَدُّوْکُمْ۔ اَنْ سے پہلے لام تعلیل مقدر ہے ای لان صدوکم اور یہ ماقبل کی علت ہے عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ یہ صَدُّوْکُمْ سے متعلق ہے۔ اَنْ تَعْتَدُوْا اَنْ مصدریہ ہے اور یہ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ کا مفعول ثانی ہے من القرطبی والکشاف۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ جن مشرکین نے حدیبیہ کے دن ان کو بیت اللہ کے طواف سے روکا تھا ان میں سے جو اسلام لا چکے تھے مذکورہ واقعہ کی بنا پر ان سے بغض نہ رکھا جائے اور ان پر کسی قسم کی زیادتی نہ کی جائے اور ان سے بدلہ نہ لیا جائے اور نہ ان کو حرم کی طرف ھدایا لیجانے اور بیت اللہ کا حج کرنے سے روکا جائے۔ ای لا یحملنکم بغض قومٍ لصدهم ایاکم عن المسجد الحرام علی اعتدائکم علیهم وانتقامکم منهم للتشفی (روح ج ٦ ص ٥٦) عام مفسرین نے اٰمِّیْنَ الْبَیْتَ کی طرح یہاں بھی قوم سے مشرکین مراد لئے ہیں لیکن حضرت شیخ کے نزدیک پہلا معنی راجح ہے وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی الخ پہلے فرمایا تم خود ان پر زیادتی نہ کرو۔ یہاں فرمایا اگر کوئی اور ان پر ظلم و زیادتی کرے تو تم سب مل کر ظالم کا مقابلہ کرو۔ اور احسان وتقویٰ کے معاملات میں ایکدوسرے سے تعاون کرو لیکن ظلم اور گناہ کے کاموں میں کسی کا ہاتھ نہ بٹاؤ۔ شعائر اللہ کی نہ خود بے حرمتی کرو نہ ان کی بے حرمتی ہونے دو ان کو بے حرمت ہوتے ہوئے دیکھ کر خاموش رہنا اور اطراف ملک کے جدید مسلمانوں پر یہودیوں کا ظلم وستم دیکھ کر بیٹھے رہنا اور ان کی مدد نہ کرنا یہ بھی بے حرمتی کرنے اور تعاون علی الاثم والعدوان میں داخل ہے ۱۱۵ یہ چوتھا دعویٰ ہے اس میں غیر اللہ کی نذر و نیاز اور دیگر محرمات کا ذکر ہے ان کا حکم یہ ہے کہ یہ حرام ہیں ان کی حرمت باقی رکھو اور انہیں مت کھاؤ اَلْمَیْتَةُ وہ حلال چوپایہ جو شرعی ذبح کے بغیر مر جائے۔ وَالدَّمُ بہتا ہوا خون جو ذبح کے وقت نکلتا ہے وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ خنزیر کا گوشت۔ خنزیر نجس العین ہے اور اس کے تمام اجزاء نجس و ناپاک ہیں اور ان سے انتفاع جائز نہیں۔ گوشت کی تخصیص صرف اس لئے کی گئی ہے کہ جانور کا مقصودی حصہ گوشت ہی ہوتا ہے جب گوشت حرام ہے تو باقی اجزاء بطریق اولیٰ حرام ہوں گے انما خص اللحم بالذکر مع کونه محرما بجمیع اجزائه بالنص والاجماع لانه معظم المقصود من الحیوان (مظهری ج ٣ ص ١٢) وَمَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ اُهِلَّ اِهْلَالٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔ اہلال کے معنی آواز بلند کرنے کے ہیں واصله رفع الصوت۔ چنانچہ محاورات میں کہا جاتا ہے اهل الرجل واستهل اذا رفع صوته یعنی اس نے آواز بلند کی اسی طرح کہا جاتا ہے اهل المعتمر اذا رفع صوته بالتلبیة یعنی عمرہ بجالانے والے نے بلند آواز سے تلبیہ پڑھا (لسان العرب ج ١١ ص ٧) لِغَیْرِ اللّٰهِ بحذف مضاف ای لتعظیم غیر اللّٰه اور بِهٖ میں ب بمعنی علیٰ ہے۔ مَآ اُهِلَّ الخ ما سے کیا مراد ہے۔ اس میں تین احتمال ہیں (١) مَا سے وہ چوپایہ مراد ہے جسے غیر اللہ (پیغمبر، ولی، فرشتہ یا جن وغیرہ) کو متصرف و کارساز، غیب دان اور مافوق الاسباب حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر اس کی تعظیم کے پیش نظر اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے نذر و منت کے طور پر متعین اور نامزد کر دیا جائے یہ نذر غیر اللہ ہے اور حرام ہے اس طرح وہ جانور حرام ہو جاتا ہے اگر اسے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا تب بھی وہ حرام ہی رہتا ہے اور حلال نہیں ہوتا اس کا حکم بالکل وہی ہے جو مردار کا ہے۔ نذر غیر اللہ کی حرمت کا مسئلہ قرآن مجید میں مختلف انداز بیان کے ساتھ کئی جگہ مذکور ہے مثلاً ١۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ (بقرہ رکوع ٢١) ٢۔ سورۂ مائدہ کی زیر بحث آیت میں۔ ٣۔ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ (انعام ع ١٨) ٤۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ (نحل ع ١٥) ٥۔ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِکَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا (نساء ع ١٧) ٦۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَکَآئِنَا (انعام ع ١٦) ٧۔ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَی اللّٰهِ (انعام ع ١٦) ٨۔ وَیَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ نَصِیْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ (نحل ع ٧) اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰهِ (مظهری ج ٣ ص ١٢) جو شخص غیر اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اس کی تعظیم بجالانے کے لئے جانور ذبح کرے وہ ملعون ہے۔ مسند امام احمد میں ہے لعن اللّٰه من ذبح لغیر اللّٰه ای لتعظیم غیر اللّٰه تفسیر کبیر ج ٢ ص ١٣، تفسیر نیشاپوری ج ٢ ص ٦٧، اور فتاوی عزیزی ج ١ ص ٥٤ کی عبارتیں تفسیر جواہر القرآن ص ٨٤ میں منقول ہو چکی ہیں۔ ان عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ جو جانور غیر اللہ کی تعظیم کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ حرمت اور نجاست اس میں اس طرح سرایت کر جاتی ہے کہ اللہ کا نام لیکر ذبح کرنے سے بھی وہ جانور حلال اور پاک نہیں ہوتا اور غیر اللہ کی تعظیم کی نیت سے ذبح کرنے والا شخص بھی مرتد ہو جاتا ہے۔ اب کچھ مزید حوالے ملاحظہ ہوں:۔ مخدوم علی بن احمد مہائمی المتوفی ٨٣٥ھ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ جو چوپایہ غیر اللہ کے تقرب کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو وہ حرام ہے اگرچہ اسے اللہ کا نام لیکر ذبح کیا جائے۔ (وَمَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ) فانه وان ذکر معه اسم اللّٰه فقد عارض المطهر فیه المنجس مع نجاسته بالموت وان لم یذکر فقد زید فی تنجیسه (تبصیر الرحمٰن ج ١ ص ٤٧) نذر غیر اللہ کے حرام ہونے کے بارے میں فقہاء کرام کی عبارتیں مقدمہ میں مذکور ہو چکی ہیں انہیں دیکھ لیا جائے (مقدمہ ص ٥) نذر غیر اللہ کے بارے میں عہد قریب کے اکابر علماء اور محققین کا بھی یہی مسلک ہے۔ بعض بزرگوں کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

"جو جانور غیر کے نام کا ہو اس کو اسی نیت سے ذبح کرنا بسم اللہ کہہ کر بھی حرام ہے اور جانور حرام ہی رہتا ہے۔ ایسے جانور کو ذبح نہ کرے اور کسی کا بکرا کہنا بوجہ مالک ہونے کے درست ہے مگر کسی کی تعظیم اور قربت کا کہنا حرام ہے اگر نیت ہو کہ اس کا ثواب لوجہ اللہ کسی کو پہنچے اس میں کچھ حرج نہیں۔ تعظیم غیر پر ذبح سے حرام ہوتا ہے نہ مالک ہونے سے کسی بشر کے، دونوں میں فرق ہے۔ فقط" بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص ٥٤٨)

مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

"ما اہل بہ لغیر اللہ سے مراد وہ جانور ہے جو بقصد تقرب الی غیر اللہ ذبح کیا جاوے اور مقصود اراقۃ الدم سے تعظیم غیر خدا ہو اور جان دینا خاص غیر کے لحاظ سے ہووے ایسا جانور حرام ہے اگرچہ وقت ذبح کے بسم اللہ اس پر کہی جاوے ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانه اهل به لغیر اللّٰه ولو ذکر اسم اللّٰه علیه ولو ذبح للضیف لا یحرم۔ انتہیٰ" (مجموعۂ فتاویٰ ج ٢ ص ٥٩)

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

"بزرگوں کی نذر و نیاز کا جانور اگر اس واسطے ذبح کیا جاوے کہ وہ بزرگ ہم سے خوش ہوں اور ہمارا کام کر دیں اور ان کو متصرف فی التکوین سمجھے اور ان سے تقرب

کے لئے ذبح کرے اور ذبح سے وہی مقصود ہوں چنانچہ اس زمانہ میں اکثر جہال کا یہی عقیدہ ہوتا ہے تو یہ عقیدہ رکھنے والا مشرک اور وہ ذبیحہ بالکل حرام ہے، اگرچہ بوقتِ ذبح اللہ کا نام لیا جاوے۔ وما اهل به لغير الله اور اگر اللہ کے واسطے وہ جانور ذبح کیا اور اللہ کے واسطے دیکر اس کا ثواب کسی بزرگ کی روح کو بخشدیا تو یہ جائز ہے۔ فقط" ۵ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ (فتاوی امداد یہ ج ۴ ص ۴۵)

مَا کی تفسیر میں دوسرا احتمال یہ ہے جیسا کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا ہے کہ مَا عام ہے اور اس کی مراد بھی عام ہے خواہ جانور ہو یا غلہ، مٹھائی ہو یا کوئی اور چیز جو غیر اللہ کے تقرب کے لئے دی جائے سب اس میں شامل ہیں۔ اگر مَا سے صرف ذبیحہ مراد لیا جائے تو پھر اس کے بعد وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لہٰذا جن لوگوں نے مَا سے صرف ذبیحہ مراد لیا ہے انہوں نے مَآ اُهِلَّ کی صرف ایک صورت بیان کی ہے جو مشرکین میں اس وقت رائج تھی۔ ورنہ یہ بات وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مشرکین مکہ جانوروں کے علاوہ غلہ وغیرہ کی نذریں بھی غیر اللہ کے لئے مانتے تھے جیسا کہ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا الخ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ سے صرف ذبیحہ مراد ہو اور وَمَآ اُهِلَّ سے مراد عام ہو۔ یعنی جانور اور غلہ وغیرہ۔ پہلی اور دوسری دونوں تفسیروں کی صورت میں بِهٖ میں ب کو بمعنی علی لینا پڑیگا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مَا عام ہے تو بعض مفسرین نے اس سے صرف ذبیحہ کیوں مراد لیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہلِ عرب کے یہاں لفظ اہلال کا زیادہ تر استعمال مذبوحہ پر ہوتا تھا اس لئے اس کے پیش نظر انہوں نے مَا سے مذبوحہ مراد لیا اس سے ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مذبوحہ کے علاوہ باقی اشیاء سے غیر اللہ کی نیاز جائز ہے بلکہ ان مفسرین کے نزدیک جس طرح جانوروں سے غیر اللہ کی نیاز حرام ہے اسی طرح باقی اشیاء غلہ، کپڑا وغیرہ سے بھی حرام ہے۔

حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ آیت کے مفہوم میں ایک تیسرا احتمال بھی ہے۔ وہ یہ کہ مَا سے مراد وہ کلام ہو جس سے غیر اللہ کے تقرب کے لئے جانور نامزد کیا گیا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا کلمہ بھی حرام اور مشرکانہ ہے جسے غیر اللہ کی نذر و منت مانتے وقت بلند کیا جائے۔ حاصل مطلب اس کا بھی وہی ہوگا جو حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رح نے لکھا ہے اس صورت میں بِهٖ کی ب اپنے اصل پر رہیگی اور اسے علیٰ کے معنی میں لینے کی ضرورت نہیں ہوگی جیسا کہ کہا جاتا ہے اهللت بالتلبية واهللت بالتسمية على الذبيحة مراح میں اهل المعتمل اذا رفع صوته بالتلبية و بالتسمية على الذبيحة جیسا کہ پہلے لسان العرب سے منقول ہو چکا ہے فجرو الباء هو لفظ يرفع به الصوت ای اسم اللہ مثلاً فالمراد من قوله تعالىٰ وَمَآ اُهِلَّ ای لفظ رفع به الصوت لتعظيم غير الله والتقرب اليه۔ حاصل یہ کہ اس کلام سے تکلم اور اس قول کا تلفظ ہی حرام کر دیا جس سے غیر اللہ کا تقرب مقصود ہو اور اسی وجہ سے ہر وہ چیز بھی حرام ہوگی جس سے غیر اللہ کا تقرب مطلوب ہو۔ اور بعینہ اِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (انعام ع ۱۸) میں فِسْقًا سے بھی کلمہ تقرب ہی مراد ہے جس کے ذریعے غیر اللہ کی نذر و منت مانی جائے۔

تنبیہ۔ بعض علماء اسلام نے لکھا ہے کہ اولیائے کرام کی نذریں حلال ہیں، حرام نہیں ہیں۔ اس کا مطلب سمجھنے میں بہت سے لوگوں کو دھوکہ ہوا ہے۔ جن علماء نے یہ لکھا ہے کہ اولیائے کرام کی نذریں حلال ہیں ان کی مراد یہ ہے کہ جو مسلمان اولیاء اللہ کی نذریں مانتے ہیں وہ ان کو نہ غیب داں سمجھتے ہیں، نہ مافوق الاسباب متصرف و مختار اور نہ ان کو حاجات میں غائبانہ پکارتے ہیں اور نہ ان نذروں سے اولیاء اللہ کا تقرب حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے بلکہ ان نذروں سے ان کا مقصد اللہ کی عبادت اور اس کی رضا جوئی ہوتا ہے اور اولیاء اللہ کی ارواح کو ایصالِ ثواب مقصود ہوتا ہے اس مسئلہ میں کوئی جھگڑا نہیں یہ بالاتفاق جائز ہے لیکن اس نیت کے باوجود اسے غیر اللہ کی نذر کہنا کراہیت سے خالی نہیں۔ اسی طرح تمام علماء اسلام کے نزدیک یہ مسئلہ بھی متفق علیہ ہے کہ جو نذر و نیاز غیر اللہ کے تقرب کیلئے دی جائے وہ حرام ہے۔ باقی رہا عوام کا فعل تو اس کے بارے میں جب تک کھلے دلائل اور واضح قرائن سے معلوم نہ ہو جائے کہ ان کی نیت تقرب الی غیر اللہ کی ہے اس وقت تک حرام ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ **۱۲ھ** وہ چوپایہ جسے گلا گھونٹ کر مار دیا جائے جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ چوپائے کو گلا گھونٹ کر مار ڈالتے اور کھا لیتے تھے۔ قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان اهل الجاهلية يخنقون البهيمة ويأكلونها فحرم ذلك على المؤمنين (روح ج ۶ ص ۵۶) وَالْمَوْقُوْذَةُ جو جانور ضرب اور چوٹ سے مر جائے۔ وَالْمُتَرَدِّيَةُ جو چوپایہ اونچی جگہ سے گر کر مر جائے وَالنَّطِيْحَةُ جس چوپائے کو دوسرا چوپایہ سینگ مار کر ہلاک کر ڈالے۔ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اور جس چوپائے کو درندہ پھاڑ کھائے۔ یہ سب حرام ہیں۔ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ یہ ماقبل سے استثناء ہے۔ بعض کے نزدیک یہ استثناء مَآ اَكَلَ السَّبُعُ سے مختص ہے لیکن اجلّہ صحابہ و تابعین اور جمہور مفسرین اسے وَالْمُنْخَنِقَةُ سے لیکر مَآ اَكَلَ السَّبُعُ تک سب سے استثناء قرار دیتے ہیں انه استثناء من جميع ماتقدم من قوله وَالْمُنْخَنِقَةُ الى قوله وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ وهو قول على وابن عباس والحسن وقتادة الخ (کبیر ج ۳ ص ۵۲۵) والاستثناء يرجع الى المنخنقة وما بعدها (مدارک ج ۱ ص ۲۰۹) قال على وابن عباس والحسن وقتادة وابراهيم وطاؤس وعبيد ابن عمير والضحاك وابن زيد والجمهور هو راجع الى المذكورات اى من قوله وَالْمُنْخَنِقَةُ الخ (بحر ج ۳ ص ۴۲۳) لہٰذا مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ سے اس استثناء کا کوئی تعلق نہیں اور وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے سے بھی حلال نہیں ہوتا۔ ما اہل لغیر اللہ کی حرمت قرآن مجید میں اس کے علاوہ تین اور جگہوں میں بھی مذکور ہے مگر وہاں کسی جگہ بھی یہ استثناء موجود نہیں کیونکہ وہاں باقی اشیاء کا ذکر نہیں تو معلوم ہوا کہ استثناء کا تعلق پہلی چار چیزوں سے نہیں صرف بعد میں مذکور باقی اشیاء سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان مذکورہ جانوروں میں سے جس میں ابھی زندگی باقی ہو اگر بر وقت اسے ذبح کر لیا جائے تو وہ حلال ہے۔ زندگی کی علامت یہ ہے کہ وہ ذبح کئے ہوئے جانور کی طرح پھڑک رہا ہو ای اِلَّا مَا اَدْرَكْتُمُوْهُ وفيه بقية حيات يضطرب اضطراب المذبوح وذكيتموه (روح) **۱۳ھ** النُّصُبِ نصاب کی جمع ہے اور اس سے وہ اصنام مراد ہیں جن کی تعظیم کے لئے مشرکین ان کے استھانوں پر جانور ذبح کیا کرتے تھے (روح ج ۶ ص ۵۸) یعنی وہ چوپائے جو غیر اللہ کے استھانوں، ان کی خانقاہوں اور قربان گاہوں پر ان کی تعظیم اور ان کا تقرب حاصل کرنے کی غرض سے ذبح کئے جائیں وہ بھی حرام ہیں۔ ذبح کے وقت خواہ غیر اللہ کا نام لیا جائے جیسا کہ مشرکین اپنے معبودوں کے نام سے ذبح کرتے تھے مثلاً باسم اللات والعزیٰ۔ یا ان کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے جیسا کہ آجکل بعض جاہل مسلمان کرتے ہیں۔ فوت شدہ بزرگوں کی نذر و منت کے بکرے وغیرہ عرسوں اور میلوں کے ایام میں قبروں پر لیجاتے ہیں اور وہاں ذبح کرتے ہیں جیسا کہ شاہ کوٹ اور بھری شاہ رحمن اور دوسرے بزرگوں کے عرسوں اور میلوں کے ایام میں قبروں پر لیجاتے ہیں اور وہاں ذبح کرتے ہیں بعض لوگ جانور مزاروں پر لیجا کر خود ذبح نہیں کرتے بلکہ مجاوروں اور گدی نشینوں کے حوالے کر دیتے ہیں دونوں کا ایک ہی حکم ہے اور دونوں حرام ہیں۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ اور مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ دونوں ایک چیز نہیں ہیں بلکہ اول عام ہے اور ثانی اس کا ایک جزو ہے یعنی اول سے ہر وہ چیز مراد ہے جو غیر اللہ کے تقرب کے لئے نامزد کر دی گئی ہو خواہ وہ جانور ہو یا غلہ اور نقدی وغیرہ۔ اور

ثانی سے مراد صرف وہ جانور ہیں جو غیر اللہ کی تعظیم کیلئے استھانوں پر ذبح کئے جائیں چونکہ بزرگوں کے استھانوں اور ان کی خانقاہوں کی لوگوں کے دلوں میں بڑی قدر و منزلت تھی اور وہ ان کی عظمت و تقدس کی وجہ سے وہاں چرپایوں کولے جاکر ذبح کرتے تھے اس لئے خصوصیت سے ایسے ذبیحوں کی حرمت کا ذکر فرمایا مفسر ابن عطیہ فرماتے ہیں ماذبح علی النصب جزء مما اھل بہ لغیر اللہ لکن خص بالذکر بعد جنسہ لشہرۃ الامر وشرف الموضع وتعظیم النفوس (بحر ج ۳ ص۴۲۳) ۱۴ہ اَنْ مصدریہ ہے اور اَزْلَام۔ زلم (بجمل اوصود) کی جمع ہے اور زلم کے معنی تیر کے ہیں یعنی تیروں کے ذریعے حصہ اور مقدر معلوم کرنا بھی حرام ہے۔ جیساکہ مشرکین کیا کرتے تھے انہوں نے تیروں پر کچھ الفاظ لکھ رکھے تھے۔ مثلاً کسی پر اِفْعَلْ (کر) کسی پر لَا تَفْعَلْ (نہ کر) کسی پر لک النصف (تمہارا آدھا ہے) کسی پر لک الربع (تمہارا چوتھا حصہ ہے) اور بعض تیروں پر کچھ نہیں تھا۔ تمام تیروں کو ایک خریطے میں ڈال کر باری باری اس سے تیر نکالتے اور اس پر لکھی ہوئی عبارت کے مطابق عمل کرتے تھے یہ تیر ان کے عبادت خانوں میں رکھے رہتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ان کے معبود غیب دان اور متصرف ہیں۔ اور وہ اپنے تصرف سے ان تیروں کے ذریعے ان کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں اس سے ان کا مقصد اپنے معبودوں سے صلاح و مشورہ اور ان کی منظوری حاصل کرنا ہوتا تھا اس استقسام کی بنیاد چونکہ غیر اللہ کو متصرف اور غیب دان ماننے پر ہے اس لئے اسے حرام قرار دیا۔ انہ کان استشارۃ مع الاصنام و استعانۃ منھم کما یشیر الی ذلک ما روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما من انھم اذا ارادوا ذلک اتوا بیت اصنامھم وفعلوا ما فعلوا فلھذا صار حراما (روح ج ۶ ص۵۸) استقسام چونکہ حرام ہے اس لئے جو مال اس موقع پر بتوں کی نذر کے طور پر ان کے خادموں اور مجاوروں کو دیا جاتا تھا وہ بھی حرام ہے۔ ۱۵ہ ذٰلِکُمْ سے مذکورہ تمام محرمات کو حلال جاننے کی طرف اشارہ ہے اور فسق سے فسق کا کامل درجہ یعنی کفر مراد ہے۔ مطلب یہ کہ مذکورہ محرمات کو حرام نہ سمجھنا اور ان کا تناول کرنا کفر ہے اور ان کو حرام سمجھنا اور ان کے کھانے سے بچنا عین ایمان و اطاعت اور وفاء عقود میں داخل ہے جس کا ابتدائے سورت میں حکم دیا گیا ہے وقال الزمخشری اشارۃ الی الاستقسام والی تناول ما حرم علیھم لان المعنی حرم علیھم تناول المیتۃ وکذا وکذا (بحر ج ۳ ص۴۲۵) وقیل یرجع الی جمیع ما ذکر من الاستحلال لجمیع ھذہ المحرمات و کل شیئ منھا فسق وخروج من الحلال الی الحرام والانکفاف عن ھذہ المحرمات من الوفاء بالعقود اذ قال اوفوا بالعقود (قرطبی ج ۶ ص۶۱) ۱۶ہ اَلْیَوْمَ سے وہ دن مراد ہے جس دن مذکورہ تحریمات پر مشتمل یہ آیت نازل ہوئی۔ اور وہ جمعہ کا دن ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ کی آٹھ تاریخ کا دن تھا وقیل یوم نزول الآیۃ وروی عن ابن جریج ومجاھد وابن زید و کان کما رواہ الشیخان عن عمر رضی اللہ عنہ عصر یوم الجمعۃ عرفۃ حجۃ الوداع (روح ج ۶ ص۶۱ و بحر ج ۳ ص۴۲۵) مطلب یہ کہ ان محرمات کے بیان کے بعد مشرکین کو اب یہ امید باقی نہیں رہی کہ وہ تمہارے دین کو مٹا سکیں گے اور نہ ان کو تم سے یہ توقع باقی رہی ہے کہ تم دوبارہ ان کا دین قبول کر لو گے اور مذکورہ بالا خبائث و محرمات کو کھانے لگو گے انقطع رجاءھم من ابطال دینکم ورجوعکم عنہ بتحلیل ھذہ الخبائث وغیرھا (روح و کبیر ج ۳ ص۵۲۹) فَلَا تَخْشَوْھُمْ وَاخْشَوْنِ اس لئے اب تم اس بات سے مت ڈرو کہ مشرکین تم پر اور تمہارے دین پر غالب آجائیں گے بلکہ مجھ سے ڈرو، میرے احکام کی پیروی کرو اور میری نافرمانی سے بچو تاکہ میری تائید و نصرت ہمیشہ تمہارے شامل حال رہے۔ ۱۷ہ تحریمات اللہ، تحریمات غیر اللہ اور اللہ کی نذروں اور غیر اللہ کی نذروں کے بیان سے دین اسلام کے تمام فرائض و حدود اور حلال و حرام کے احکام کی تکمیل ہوگئی اور آج کے دن سے ہم نے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی عن ابن عباس والسدی ان المعنی الیوم اکملت لکم حدودی وفرائضی وحلالی وحرامی بتنزیل ما انزلت (روح) اکملت لکم ما تحتاجون الیہ من تعلیم الحلال والحرام والتوقیف علی الشرائع وقوانین القیاس واصول الاجتہاد (بحر) اتمام نعمت سے اسلام کا غلبہ، کفر و شرک کی مغلوبیت، دین کی تکمیل، علم و حکمت کا اعطاء، امن اور سعہ مال وغیرہ مراد ہے (روح، بحر، قرطبی وغیرہ) وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا اور دنیا کے تمام ادیان میں سے دین اسلام کو تمہارے لئے پسند کیا کیونکہ یہی وہ دین ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے اور جس پر تمام انبیاء علیہم السلام کاربند تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا پسندیدہ دین صرف اسلام ہے اور نجات صرف اسلام کی پیروی سے حاصل ہوگی۔ جو شخص اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کی پیروی کرتا ہے اس کی نجات نہیں ہوگی اور آخرت میں وہ خسارے میں رہیگا۔ جیساکہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (آل عمران ع ۹) اور اسلام سے نجات صرف اسی مسلمان کو نصیب ہوگی جو ضروریات دین کا معتقد ہوگا۔ صرف نام کا مسلمان ہونا کافی نہیں اگر کوئی شخص مسلمان کہلانے کے باوجود دین کے ضروری عقائد میں سے کسی ایک عقیدے کا انکار کر دے تو وہ مسلمان نہیں رہتا اور اس کی نجات نہیں ہوگی۔ مثلاً ختم نبوت کا انکار، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے دین میں حجت ہونے کا انکار۔ اللہ کی صفات مختصہ میں غیر اللہ کو شریک ماننا وغیرہ۔ ۱۸ہ محرمات کا ذکر کرنے کے بعد اضطراری حالت کا حکم بیان فرمایا کہ مذکورہ بالا اشیاء ہیں تو قطعی حرام لیکن اگر کوئی شخص بھوک سے بے بس ہو جائے اور کوئی حلال چیز میسر نہ آسکے اور اس بات کا اندیشہ ہو کہ حلال چیز کے میسر ہونے تک وہ زندہ نہیں رہ سکے گا یا ایسے عوارض میں مبتلا ہو جائیگا جو موت پر منتج ہوں گے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ مذکورہ محرمات میں سے بقدر سد رمق یعنی اس قدر کھائے جس سے اس کی جان بچ جائے۔ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ متجانف کے معنی ہیں مائل یعنی اس شرط پر اسے کھانے کی اجازت ہے کہ وہ گناہ کی طرف مائل ہونیوالا نہ ہو۔ مطلب یہ کہ سد رمق سے زیادہ حرام چیز کا تناول نہ کرے کیونکہ حرام چیز کھانے کی اجازت اضطرار سے مشروط ہے جب اس نے بقدر سد رمق کھا لیا تو اضطراری حالت ختم ہوگئی اب اس سے زیادہ کھائیگا تو سخت گنہگار ہوگا۔ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بحالت اضطرار حرام چیز حلال تو نہیں ہو جاتی لیکن اللہ تعالٰی نے محض اپنی شان رحمت سے اس حالت میں ان محرمات کے تناول کی اجازت دیدی اور اس حالت میں حرام کھانے کا گناہ معاف فرما دیا ۱۹ہ اس میں تین اقوال ہیں (۱) امام زہری کہتے ہیں کہ صحابہ کرام اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کرتے تھے کہ ان کے لئے کونسی چیزیں حلال ہیں اور کونسی حرام تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی (۲) عدی بن حاتم اور زید ابن مہلہل نے آپ سے دریافت کیا کہ ہم کتوں اور بازوں سے شکار کرتے ہیں بعض جانوروں کو ہم زندہ پالیتے اور ذبح کر لیتے ہیں اور بعض ہمارے پہنچنے سے پہلے مر جاتے ہیں۔ ان میں سے ہمارے لئے کیا حلال ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی جو اصل سوال کے جواب سے زائد پر مشتمل ہے (۳) یہ آیت ابتدائے سورت یعنی اُحِلَّتْ لَکُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ سے متعلق ہے اس میں اجمال تھا یہاں اس کی تفصیل ہے۔ یہ آخری قول سب سے زیادہ مناسب ہے۔ اُحِلَّ لَهُمْ میں ضمیر متکلم لَنَا کی جگہ ضمیر غائب استعمال ہوئی ہے۔ علامہ رضی نے لکھا ہے جہاں دونوں ضمیروں کا استعمال جائز ہو وہاں متکلم کی جگہ غائب کی ضمیر استعمال کی جاسکتی ہے۔

فائدہ :۔ شان نزول کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پہلے فلاں واقعہ ہو چکا تھا اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ کیونکہ کئی واقعات جن کا حکم اسی آیت میں مذکور ہوتا ہے اس آیت کے بعد

واقع ہوتے ہیں۔ آیت کو پہلے واقعہ سے مخصوص کرنے سے فہم قرآن میں بڑی الجھنیں پیدا ہوتی ہیں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ صحابہ و تابعین کا یہ کہنا کہ یہ آیت فلاں واقعہ میں نازل ہوئی اور یہ آیت فلاں حادثہ میں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ آیت فلاں فلاں واقعہ اور حادثہ کو شامل ہے۔ وہ حادثہ اس آیت کے نزول سے پہلے پیش آیا ہو یا اس کے بعد (الفوز الکبیر ص۳۵) حضرت شیخ فرماتے ہیں شانِ نزول کے ذکر میں جو یہ آتا ہے فنزلت اس میں فا ترتیب زمانی کے لئے نہیں ہوتی بلکہ تعقیب ذکری کے لئے ہوتی ہے
ف۲۵ طیبات سے وہ چیزیں مراد ہیں جن سے طبائع سلیمہ نفرت نہ کریں۔ یا وہ اشیاء جن کی حرمت کتاب و سنت اور اجماع و قیاس سے ثابت نہ ہو ای مالیس بخبیث منہا او هو کل مالم یات تحریمہ فی کتاب اللہ او سنۃ او اجماع او قیاس (مدارک ج ۱ ص۲۱) ای مالم تستخبثہ الطباع السلیمۃ ولم تنفر عنہ (ابو السعود ج ۳ ص۵۲۴) طیبات حلال ہیں اور خبائث حرام جیسا کہ فرمایا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ اور ایک جگہ فرمایا وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (اعراف ع۱۹) یہ اصل سوال سے زائد ہے مشرکین عرب نے کئی طیبات (پاکیزہ چیزوں) کو اپنے معبودوں کی تعظیم و تقرب کے لئے محض اپنے ظن و گمان سے حرام کر رکھا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر پاکیزہ چیز تمہارے لئے حلال ہے لما کانت العرب تحرم اشیاء من الطیبات کالبحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ والحام بغیر اذن من اللہ تعالیٰ فرہ ھنا ان الذی احل ھی الطیبات (بحر ج ۳ ص۴۲۸، کبیر ج ۳ ص۵۳۰)
ف۲۶ یہ دوسرے قول کے مطابق اصل سوال کا جواب ہے اور اس میں مضاف محذوف ہے ای صید ما علمتم یعنی ان شکاری جانوروں کا شکار تمہارے لئے حلال ہے جن کو تم تعلیم دے لو بعض درندوں کو اگر سدھا لیا جائے تو ان کا شکار حلال ہے بمثلاً کتا

مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ
اس میں سے جو پکڑ رکھیں ۲۳ تمہارے واسطے ۲۴ اور اللہ کا نام لو اس پر ۲۵ اور
اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ④ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ
ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ جلد لینے والا ہے حساب ف آج ۲۶ حلال ہوئیں
لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ
تم کو سب ستھری چیزیں اور اہل کتاب کا کھانا تم کو حلال ہے
وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ
اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے ۲۷ اور حلال ہیں تم کو پاکدامن عورتیں مسلمان اور
الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ
پاکدامن عورتیں ۲۸ ان میں سے جن کو دی گئی کتاب تم سے پہلے جب
اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا
دو ان کو مہر ان کے قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو اور نہ
مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ
چھپی آشنائی کرنے کو اور جو منکر ہوا ۲۹ ایمان سے تو
حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ⑤ يٰٓاَيُّهَا
ضائع ہوئی محنت اس کی اور آخرت میں وہ ٹوٹے والوں میں ہے ف۲ ۳۰ اے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ
ایمان والو ۳۱ جب تم اٹھو نماز کو تو دھو لو اپنے منہ
وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ
اور ہاتھ کہنیوں تک اور مل لو اپنے سر کو ۳۲ اور
اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ
پاؤں ٹخنوں تک اور اگر تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہو

موضح قرآن

ف۱۔ مواشی کا حکم تو فرمادیا۔ پھر لوگوں نے اور چیزوں کو پوچھا تو فرمایا کہ ستھری چیزیں تم کو حلال ہیں سو حضرت نے جو چیزیں منع فرمائیں معلوم ہوا کہ وہ ستھری نہیں۔ جیسے پھاڑنے والے جانور چوپائے یا پرندہ مثلاً شیر یا چیتا یا باز یا چیل۔ اور اسی میں داخل ہوئے مردار خور سارے کوا وغیرہ اور جیسے گدھا خچر اور جیسے کیڑے زمین کے مثلاً چوہا وغیرہ۔ اور پہلے حرام فرمایا جس کو پھاڑنے والے نے کھایا اب اس میں سے شکاری اور سدھلے جانور کا مارا ہوا حلال کیا جب اس نے آدمی کی خو سیکھی تو گویا آدمی نے ذبح کیا لیکن سدھنا شرط ہے۔ سدھا وہ کہ پکڑ کر رکھ چھوڑے آپ نہ کھاوے اور اللہ کا نام لینا شرط ہے دوڑاتے وقت اس بغیر ذبح درست نہیں مگر بھولے تو معاف ہے۔ ف۲ فرمایا کہ آج تم کو سب ستھری چیزیں حلال ہوئیں یعنی حضرت ابراہیمؑ کے وقت یہ سب چیزیں حلال تھیں جب تورات نازل ہوئی تو یہود کی سزا میں اکثر چیزیں منع ہوئیں اور انجیل میں حلال، حرام بیان نہ ہوا۔ اب قرآن میں وہی دین ابراہیم کے موافق سب حلال ہوئیں اور فرمایا کہ کتاب والوں کا کھانا حلال ہے یعنی ان کا ذبح اور پر تو ذبح کی شرط فرمائی کہ اللہ کا نام ذکر ہو اور غیر کی تعظیم نہ ہو یہاں اور شرط فرما دی کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا اہل کتاب یعنی یہود یا نصاریٰ اور کسی دین مذہب والے کا ذبح نہیں حلال اگرچہ نام اللہ کا لے اس کا لینا معتبر نہیں اور فرمایا کہ اسی طرح مسلمان کو عورت نکاح کرنی ان کی حلال ہے اوروں کی نہیں۔ سو جن شرطوں سے آپس میں نکاح درست ہے اسی طرح ان کا نکاح درست ہے۔ پھر فرمایا کہ اہل کتاب کو اور کفار سے دو حکم میں مخصوص کیا یہ فقط دنیا میں ہے اور آخرت میں ہر کافر خراب ہے۔ اگر عمل نیک بھی کرے تو قبول نہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی نخوردہ درندہ باشد برائے خوردن خود۔ واللہ اعلم ۱۲ ف۲ مترجم گوید یعنی نزدیک سال جانوران شکاری واللہ اعلم ۱۲ ف۳ مترجم گوید یعنی آنچہ بر اہل کتاب حلال بود بر شما حلال است مثل گوسفند و گاؤ و آنچہ بر شما حلال کرده شد بر کسی که از ایشان مسلمان شود حلال است مثل شتر و ذی ظفر و قبیلہ یہود و نصاریٰ در یں باب عتبار نیست واللہ اعلم ۱۲ ف۴ مترجم گوید مقصد ...

بجہ، چیتا، باز، عقاب وغیرہ۔ ان کا شکار حلال ہونے کے لئے کچھ شرائط ہیں جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔ مِنَ الْجَوَارِحِ یہ جارحۃ کی جمع ہے یعنی زخم کرنے والے۔ جارح کے معنی کاسب (کمانے والے) کے بھی آتے ہیں۔ چونکہ شکاری جانور مالکوں کے لئے روزی مہیا کرتے ہیں اس لئے انہیں جوارح (کواسب) کہا گیا۔ مُکَلِّبِیْنَ ای مغرین یعنی تعلیمیافتہ کو شکار کے پیچھے چھوڑنے والے۔ یہ علمتہ کی ضمیر سے حال ہے۔ **۲۲** جب تم سکھائے ہوئے شکاری جانور کو شکار کے پیچھے چھوڑ دو اور وہ شکار کو پکڑ کر روک رکھے اور اس میں سے خود کچھ نہ کھائے تو سمجھو کہ وہ تعلیمیافتہ ہے۔ اس کا مارا ہوا شکار کھا لو۔ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ جب شکاری جانور کو چھوڑو تو اس وقت بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ ان آیتوں سے حلّت شکار کی حسب ذیل شرطیں مفہوم ہوئیں (۱) شکاری جانور تعلیمیافتہ ہو۔ یہ شرط علمتم اور تعلمونھن میں صراحۃً مذکور ہے۔ جانور کے تعلیمیافتہ ہونے کی تین علامتیں ہیں۔ اول یہ کہ وہ خود بخود شکار کے پیچھے نہ بھاگے جب تک مالک سے اشارہ نہ کرے۔ دوم یہ کہ شکار کے پیچھے چھوڑنے کے بعد اگر مالک اسے واپس بلائے تو واپس آجائے۔ یہ دونوں باتیں مکلبین سے مفہوم ہوتی ہیں۔ سوم یہ کہ وہ شکار کو پکڑ رکھے اور اسے کھائے نہیں یہ کلوا مما امسکن علیکم میں بصراحت مذکور ہے (۲) شکاری جانور کو شکار کے پیچھے چھوڑنا۔ یہ شرط مکلبین میں صراحت سے مذکور ہے اگر شکاری جانور مالک کے اشارے کے بغیر ہی شکار کے پیچھے دوڑ پڑا۔ اور مالک نے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ لیا تو وہ شکار حلال نہیں ہوگا (۳) جانور کو چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا یہ شرط بھی واذکروا اسم اللہ علیہ میں صراحۃً مذکور ہے (۴) شکاری جانور شکار کو زخمی کرے یہ شرط الجوارح کی تعبیر سے مفہوم ہو رہی ہے۔ اگر شکاری کتے نے خرگوش کو گلے سے دبوچ لیا اور وہ دم گھٹنے سے مرگیا اور اسے کوئی زخم نہ آیا تو وہ حلال نہیں ہوگا ان مذکورہ شرائط کے ساتھ کیا ہوا شکار صرف اسی حالت میں حلال ہے جب کہ مالک کے اس تک پہنچنے تک وہ جان دے چکا ہو اگر مالک کے پہنچنے تک وہ زندہ ہو تو اسے شرعی طور پر ذبح کرنا لازم ہوگا اگر مالک نے شکار کو زندہ پایا اور اسے ذبح کرنے کی مہلت بھی ملی مگر ذبح نہ کیا تو وہ شکار حرام ہوگا۔ **۲۳** یہ اعادہ احسان جتلانے کے لئے کیا گیا ہے یا تاکید کے لئے جیسا کہ خازن نے لکھا ہے۔ نیز یہ اگلے حکم کیلئے تمہید ہے وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ الخ یہاں طعام سے ذبیحہ مراد ہے کیونکہ اہل کتاب کی باقی خوردنی اشیاء کی حلّت میں کوئی کلام نہیں المراد به الذبائح لان غیرها لم یختلف فی حله وعلیه اکثر المفسرین (روح ج ۶ ص۶۵) اہل کتاب سے یہاں تمام یہود و نصاریٰ مراد ہیں لیکن ان کا ذبیحہ حلال اس شرط پر ہے کہ اللہ کا نام لیکر ذبح کریں اگر کسی یہودی نے حضرت عزیر کے نام پر یا کسی عیسائی نے حضرت مسیح علیہ السلام کے نام پر جانور ذبح کیا تو وہ حلال نہیں ہوگا۔ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ اس میں خطاب مومنوں سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو اگر تم اپنا ذبیحہ یا دیگر خوردنی اشیاء میں سے کچھ اہل کتاب کو کھلا دو تو اس میں تم پر کوئی حرج نہیں۔ لیکن حضرت شیخ فرماتے ہیں یہود پر پہلے ذی ظفر یعنی ناخن والے جانور حرام تھے جیسا کہ ارشاد ہے وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ (انعام ع ۱۸) اب قرآن میں ایسے جانوروں کو ان کے لئے حلال کر دیا گیا۔ (شاہ عبدالقادر رح) **۲۴** محصنات سے عفائف اور پاکدامن عورتیں مراد ہیں خواہ آزاد ہوں یا لونڈیاں۔ یہ قول ابراہیم نخعی، شعبی اور حسن بصری سے منقول ہے والمراد بهن عند الحسن والشعبی وابراهیم العفائف (روح) اور عفائف کی قید احترازی نہیں بلکہ محض پاکدامن عورتوں کو سے نکاح کرنے کی ترغیب کے لئے ہے تاکہ ان سے پیدا ہونیوالی اولاد پاکیزہ اخلاق سے متصف ہو اور اخلاق رذیلہ سے پاک ہو (روح و خازن ج ۲ ص۱۳) وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ یہاں بھی محصنات سے عفائف اور پاکدامن عورتیں مراد ہیں خواہ آزاد ہوں یا لونڈیاں یعنی یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے مسلمانوں کو نکاح کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔ پاکدامن کی قید یہاں بھی مذکورہ بالا حکمت کیلئے ہے اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ۔ اجور سے مراد مہور (جمع مہر) ہیں۔ مہر دینے کو شرط سے تعبیر کرنے میں مہر ادا کرنے کی تاکید اور اداء کے وجوب کی طرف اشارہ ہے مُحْصِنِيْنَ یہ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ کے فاعل سے حال ہے جس طرح عورتوں میں احسان اور پاکدامنی کی صفت کا ذکر کیا تھا اسی طرح مردوں میں بھی عفیف اور پاکدامن ہونے کی قید لگائی اور اس سے مردوں کو بھی پاکیزہ اور بے داغ زندگی گذارنے کی ترغیب دینا مقصود ہے فکما شرط الاحصان فی النساء وهی العفة عن الزنا کذلک شرطها فی الرجال الخ (ابن کثیر ج ۲ ص۲۱) غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ یہ دونوں بھی حسب سابق حال ہیں ان دونوں لفظوں سے محصنین کے مفہوم ہی کی تاکید و توضیح فرمائی یعنی مردوں کو اس طرح عفیف اور پاکدامن رہنا چاہیئے کہ زنا اور بدکاری سے ہر حال میں بچیں۔ نہ تو ایسا کریں کہ جس عورت سے بھی موقع میسر آئے بدکاری کرلیں اور نہ مخصوص عورتوں سے پوشیدہ دوستی کرکے ایسا کریں۔ **۲۵** یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال یہ تھا کہ جب اہل کتاب کا ذبیحہ بھی حلال ہے اور ان کی عورتوں سے نکاح بھی درست ہے تو شاید انکا مذہب بھی حق ہوگا تو اس کا جواب فرمایا کہ ایمان کے لئے تمام احکام کا دل سے ماننا اور تمام شرائع پر عمل کرنا ضروری ہے اہل کتاب چونکہ اسلام کے تمام احکام و شرائع کو نہیں مانتے اس لئے انکا مذہب باطل ہے اس شبہ کا اظہار خود اہل کتاب عورتوں نے بھی مسلمانوں سے کیا تھا کہ جب اللہ نے ہمارے ساتھ تمہیں نکاح کرنے کی اجازت دیدی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اسے ہمارا دین بھی پسند ہے لما قال اللہ تعالیٰ والمحصنات من الذین اوتوا الکتٰب قال نساء اهل الکتٰب لولا ان اللہ رضی دیننا لم یبح لکم نکاحنا (قرطبی ج ۶ ص۷۹) جب اللہ نے مسلمانوں کو یہودی اور عیسائی عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دیدی تو باہمی اختلاط اور رہن سہن سے اس بات کا اندیشہ ہو سکتا تھا کہ خاوند غیرمسلم بیوی کے بعض مذہبی خیالات سے متاثر ہوکر ان کو قبول کرلے اسلئے نکاح کی اجازت کے ساتھ تہدید فرمادی کہ خبردار اپنے ایمان پر قائم رہنا اور بیوی کے خیالات سے متاثر ہوکر ایمان سے غداری نہ کرنا۔ ورنہ تمام اعمال ضائع اور رائیگاں جائیں گے اور آخرت میں خسران کا سامنا کرنا پڑے گا۔ **۲۶** ایفائے عقود کے عام حکم کے بعد چاروں مسائل (تحریمات اللہ، تحریمات غیراللہ۔ اللہ کی نذریں اور غیراللہ کی نذریں) بیان فرمائے۔ اور آپس میں بغض و عداوت رکھنے سے منع فرمایا۔ اب یہاں ایک امر مصلح (نماز) کا ذکر فرمایا کیونکہ نماز سے ظاہر و باطن کی تطہیر ہوتی ہے اس طرح نماز ایفائے عقود، محرمات کو حرام سمجھنے، حلال کو حلال سمجھنے اور باہمی بغض و عداوت کو دور کرنے میں ممد و معاون ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (عنکبوت ع ۵) اور صحیح حدیث میں ہے سوّوا صفوفکم او لیخالفن اللہ بین قلوبکم یعنی نماز میں صفیں سیدھی کیا کرو ورنہ اللہ تعالےٰ تمہارے دلوں میں بغض و عداوت پیدا کردیگا۔ نماز کے ساتھ طہارت (وضو، تیمم، غسل) کے احکام بھی بیان فرمائے کیونکہ طہارت نماز کی شرط ہے اس کے بغیر نماز سے اس کے متعلقہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔ مطلب یہ ہے کہ نماز کو اس کے تمام آداب اور شرائط و ارکان کے ساتھ ادا کرو تاکہ اس کے مطلوبہ فوائد سے بہرہ مند ہو سکو۔ **۲۷** اَرْجُلَكُمْ کا عطف وُجُوْهَكُمْ پر ہے اور وہ فَاغْسِلُوْا کے تحت داخل ہے اور منہ اور ہاتھوں کی طرح پاؤں کا دھونا بھی فرض ہے۔ ایک قرأت میں وَاَرْجُلِكُمْ لام کی زیر سے وارد ہے۔ اس سے شیعوں نے یہ مسئلہ نکالا کہ جر کی حالت میں اس کا عطف بِرُءُوْسِكُمْ پر ہے اس لئے سر کی طرح پاؤں کا بھی مسح ہی فرض ہے دھونا فرض نہیں۔ اس کے دو جواب ہیں (۱) ارجلکم قرأت جر کی صورت میں بھی اصل میں منصوب ہے۔ اور اسکا عطف

و جو حکم ہے دُوسکم نہیں ہے اور ادجلکم کی جر جر جوار ہے۔ یعنی دءوسکم کے ساتھ واقع ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو وجوھکم کا ہے یعنی دھونا۔ (۲) محققین کا مسلک یہ ہے کہ ایک ہی آیت میں دو مختلف قرائتیں دو مستقل آیتوں کے حکم میں ہوتی ہیں اور ہر آیت ایک جداگانہ مستقل حکم کو ثابت کرتی ہے اس آیت میں بھی چونکہ دو قرائتیں ہیں لہٰذا یہ دو آیتوں کے حکم میں ہوگی اور اس سے پاؤں کے بارے میں دو مختلف حکم ثابت ہو رہے ہیں۔ ایک پاؤں کو دھونے کا، دوسرا پاؤں پر مسح کرنیکا۔ یہ دونوں حکم متضاد ہیں اور ان میں جمع ممکن نہیں اس لئے ان دونوں حکموں کو دو مختلف حالتوں پر محمول کیا جائے گا۔ پہلی قرأت جو پاؤں کے دھونے کا حکم دے رہی ہے وہ اس حالت پر محمول ہے جب پاؤں موزوں میں ملبوس نہ ہوں اور دوسری قرأت جو پاؤں کے دھونے کا حکم دے رہی ہے وہ موزے پہنے ہوئے ہونے کی حالت پر محمول ہے اس طرح دونوں قرائتوں پر عمل ہو سکتا ہے۔ فَاطَّهَّرُوْا مجرد کی جگہ باب تفعل کا استعمال مبالغہ کے لئے ہے یعنی غسل جنابت میں مبالغہ کرو اور بدن کی ہر اس جگہ پر پانی پہنچاؤ جہاں پانی پہنچانے میں کوئی دقت نہ ہو ای فاغتسلوا علی اتم وجہ (روح ج ۶ ص۷۰) اس طرح یہ آیت غسل جنابت میں مضمضہ (کلی کرنے) اور استنشاق (ناک میں پانی ڈالنے) کے وجوب پر نص ہے۔ کیونکہ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے پر بلا دقت عمل ہو سکتا ہے۔ **۲۸** یہاں پر لفظ اَوْ بالکل اسی طرح ہے جس طرح سورۂ نساء میں آیت وضو میں وارد ہوا ہے اس کی پوری تحقیق سورۂ نساء میں ص۲۲۳ پر گذر چکی ہے **۲۹** امر مصلح کے بعد سورت کے ابتدائی مضمون یعنی اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ کا اعادہ فرمایا۔ پہلے بطور تمہید اپنی نعمت کی یاد دہانی کرائی۔ نعمت سے نعمت اسلام مراد ہے۔ وھی نعمۃ الاسلام (روح ج ۶ ص۸۳ ابو السعود ج ۳ ص۵۳) اسلام اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے کیونکہ تمام بنی آدم کی دینی اور دنیوی بہبود اور بہتری اسی سے وابستہ ہے وَمِیْثَاقَهُ الخ اس سے وہی عہد و میثاق مراد ہے جو ہر مسلمان اللہ کے حدود و احکام اس کے فرائض و واجبات اور اس کے حلال و حرام کو بجا لانے کے لئے اللہ سے باندھتا ہے۔ یہ آیت قرینہ ہے کہ اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ سے تمام احکام و حدود کی پابندی مراد ہے۔ **۳۰** یہ بھی پہلے مضمون کا اعادہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے عقود و حقوق کو اپنی امکانی طاقت کے مطابق بجا لانے کی کوشش کرو۔ عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے مت چھوڑو اور بغض و عداوت کی بنا پر حق و انصاف سے روگردانی مت کرو۔ اس میں وَلَا آمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ کے مضمون کا اعادہ ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الخ احکام و حدود بیان کرنے کے بعد ان لوگوں کو اخروی بشارت دی گئی جو ان کو بجا لائیں گے اور اللہ کی حدود کو قائم کریں گے وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا الخ یہ ان لوگوں کیلئے وعید اور تخویف اخروی ہے جو اللہ کے احکام کو پامال کریں۔ اور اس کی حدود کو توڑیں۔

وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم
اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ۲۸ یا کوئی تم میں آیا ہے
مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا
جائے ضرور سے یا پاس گئے ہو عورتوں کے ۔ پھر نہ پاؤ تم
مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ
پانی تو قصد کرو مٹی پاک کا اور مل لو اپنے منہ
وَأَيْدِيكُم مِّنْهُ ۚ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم
اور ہاتھ اس سے اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر
مِّنْ حَرَجٍ وَلَٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ
تنگی کرے لیکن چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور پورا کرے
نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٦﴾ وَاذْكُرُوا
اپنا احسان تم پر تاکہ تم احسان مانو اور یاد کرو
نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُم بِهِ
احسان اللہ کا ۲۹ اپنے اوپر اور عہد اس کا جو تم سے ٹھہرایا تھا
إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ
جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور مانا ف ۲ اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ خوب جانتا ہے
بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا
دلوں کی بات ف اے ایمان والو ۳۰ کھڑے
قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ
ہو جایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی اور کسی قوم کی
شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ
دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو عدل کرو یہی بات زیادہ نزدیک ہے

موضح قرآن ف اللہ تعالیٰ اہل کتاب کو یاد دلا دیا کرتا ہے کہ میرے عہد پر قائم رہو اسی طرح ہم کو تقید فرمایا کہ عہد یاد رکھو وہ عہد یہ ہے کہ جب لوگ مسلمان ہوتے تو حضرت سے بیعت کرتے یعنی ہاتھ پکڑ کر قول دیتے بہت چیزوں کے کرنے کا جیسے پانچ نمازیں اور روزہ رمضان اور زکوٰۃ اور حج اور خیر خواہی ہر مسلمان کی اور بہت چیزیں چھوڑنے پر جیسے خون اور زنا اور چوری اور تہمت لگانی بے گناہ کو اور سردار سے مخالفت کرنی اسی عہد پر فرمایا کہ قائم رہو۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی جماع کردہ باشید و نزدیک شافعی حر دست رسانیدن بزن ناقض وضو است واللہ اعلم ۱۲۔ ف۲ یعنی عہد یکہ وقت بیعت بستید۔ واللہ اعلم ۱۲

ف۳۱ حکم سابق کا دوبارہ اعادہ ہے اللہ کا انعام یاد رکھو اور آمر بالقسط بنو، عدل وانصاف کی راہ پر چلو۔ اللہ سے کئے ہوئے تمام عہد پورے کرو اور شعائر اللہ کی بے حرمتی کرنے والوں کو بیحرمتی مت کرنے دو اگر یہودیوں سے جو شعائر اللہ کی بے حرمتی کرتے ہیں تمہیں کچھ ڈر خطرہ ہو تو اس کی پرواہ نہ کرو اور اسے خاطر میں نہ لاؤ۔ اللہ سے ڈرو، اس کی نافرمانی سے بچو اور اس پر بھروسہ رکھو جس طرح اس نے ایک موقعہ پر کافروں کے حملے اور ان کی شرارت سے تمہیں محفوظ رکھا وہ اب بھی یہودیوں کی شرارت سے تمہاری حفاظت فرمائے گا۔ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ یہ ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے حضرت جابر رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کے ساتھ مقام عسفان میں نماز ظہر ادا کی تو یہ دیکھ کر مشرکین کو افسوس ہوا کیوں نہ انہوں نے بحالت نماز ان پر حملہ کر کے انہیں ختم کر دیا اس کے بعد انہوں نے منصوبہ بنایا کہ چلو نماز عصر کی حالت میں ان پر حملہ کریں گے اللہ تعالٰے نے نماز خوف کا حکم نازل فرما کر ان کے منصوبے کو خاک میں ملا دیا (روح ج ۶ ص۸۲ مظہری ج ۳ ص۶۲) ایمان والوں کو خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ یہود ونصارٰی کی طرف سے دل میں کوئی خطرہ یا ڈر نہ رکھنا چاہیئے۔ یہود پر ہم نے لعنت و ذلت مسلط کر دی ہے اور نصارٰی میں پھوٹ ڈال دی ہے اب وہ تم سے جنگ نہیں کر سکیں گے۔

ف۳۲ ابتدائے سورت میں ایفائے عقود اور اسلام کے حدود و احکام کی پابندی کا حکم دیا اس کے بعد تحلیل و تحریم کی کچھ حدود بیان فرمائیں اور آخر میں ماننے والوں اور مذکورہ عہود پورا کرنے والوں کو اخروی بشارت اور نہ ماننے والوں اور نقض عہد کرنے والوں کو اخروی عذاب کی وعید سنائی۔ اب یہاں سے نقض عہد (عہد توڑنے) کی سزا کے دو نمونے بیان فرمائے تاکہ مسلمان ان سے عبرت حاصل کریں اور نقض عہد سے بچیں پہلے بنی اسرائیل (یہود) سے عہد لینے کا ذکر فرمایا۔ میثاق سے یہاں اللہ کی توحید کو قائم کرنے، شرک سے بچنے اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے اور اس کے احکام کی پیروی کرنے کا عہد مراد ہے اس کی طرف لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ الخ میں اشارہ ہے۔ ومعنی الاٰیۃ اِنَّ اللّٰہ اخذ میثاقہم ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئا وان یعملوا بما فی التوراۃ من الاحکام والتکالیف (خازن ج ۲ ص۱۲) وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ الخ نقیب کے معنی قوم کے سردار اور قوم کی طرف سے ذمہ داری اٹھانے والے کے ہیں۔ النقیب کبیر القوم (قرطبی ج ۶ ص۱۱۲) قال ابن عباس النقیب الضمین (خازن) اللہ تعالٰے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے ہر قبیلے کا ایک سردار منتخب کریں اور ہر سردار کے ذریعے اس کے قبیلے سے مذکورہ بالا عہد و پیمان کی پابندی کرائیں۔ امر جل شانہ موسیٰ علیہ السلام ان یاخذ من کل سبط کفیلا علیہم بالوفاء فیما امروا بہ فاخذ علیہم المیثاق الخ (روح ج ۶ ص۸۵)

مل عہد و پیمان پورا کرنے والوں اور امرین بالقسط کیلئے بشارت اخروی مل عہد توڑنے والوں کیلئے تخویف اخروی مل یعنی دعا سے پہلے کرو اور بیحرمتی کرنے والوں کو بیحرمتی نہ کرنے دو اور ان سے نہ ڈرو۔ اگر تمہیں ان سے ڈر ہو تو اللہ پر بھروسہ کرو جس طرح پہلے اس نے تمہیں بھی بچالیا تھا وہ اب بھی تمہاری حفاظت کریگا مع نقض عہد کے دو نمونوں میں سے پہلا نمونہ یعنی جس طرح یہود نے نقض عہد اور ترک احکام کیوجہ سے سزا پائی ہے تم بھی نقض عہد کی صورت میں وہی سزا پاؤ گے

لِلتَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا
تقویٰ سے اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ کو خوب خبر ہے جو تم
تَعْمَلُوْنَ ⑧ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
کرتے ہو ف۱ وعدہ کیا اللہ نے ایمان والوں سے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ
اور جو نیک عمل کرتے ہیں کہ ان کے واسطے بخشش اور بڑا
عَظِيْمٌ ⑨ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا
ثواب ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور جھٹلائیں
بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ⑩ يٰۤاَيُّهَا
ہماری آیتیں وہ ہیں دوزخ والے اے ف۳۱
الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
ایمان والو یاد رکھو احسان اللہ کا اپنے اوپر
اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ
جب قصد کیا لوگوں نے کہ تم پر ہاتھ چلاویں ف۱
فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ
پھر روک دیئے تم سے ان کے ہاتھ اور ڈرتے رہو اللہ سے
وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪ وَ
اور اللہ ہی پر چاہیئے بھروسہ ایمان والوں کو ف۲ اور
لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۚ
لے چکا ہے اللہ عہد ف۳۲ بنی اسرائیل سے
وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ وَقَالَ
اور مقرر کئے ہم نے ان میں بارہ سردار اور کہا

ع ٢

موضح قرآن ف۱ اکثر کافروں نے مسلمانوں سے بڑی دشمنی کی تھی پیچھے مسلمان ہوئے تو فرمایا کہ ان سے وہ دشمنی نہ نکالو اور ہر جگہ یہی حکم ہے حق بات میں دوست اور دشمن برابر ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید این معجزہ چند نوبت متحقق شد از انجملہ آنست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بتقریبی بمحلہ یہود رفتہ بودند شخصی از ایشاں خواست کہ سنگی بالائے آنحضرت افگند خدائے تعالٰے دست آں شخص بند کرد۔ واز اں جملہ آنست کہ کفار قریش در حدیبیہ زجنگ باز ایستادند بعد از انکہ داعیۂ جنگ داشتند واز انجملہ آنست کہ یکے از یاران مسیلمہ کذاب دست درازی خواست خدائے تعالٰے دست او را کرخت ساخت۔ ۱۲ ف۲ یعنی قتال کنند۔ واللہ اعلم ۱۲۔

۳۳ معیت سے یہاں مراد معیت معنوی ہے اس میں خطاب نقباء سے ہے یا تمام بنی اسرائیل سے یعنی میں تمہارے ساتھ ہوں تمہارے افعال کو دیکھتا اور تمہارے اقوال کو سنتا ہوں اگر تم عہد پورا کروگے تو میری حمایت اور تائید و نصرت تمہارے ساتھ ہوگی اور اگر نقضِ عہد کروگے تو میں سزا دینے پر بھی قادر ہوں والمعنی انی معکم بالعلم والقدرۃ فاسمع کلامکم وارٰی افعالکم واعلم ضمائرکم واقدر علی ایصال الجزاء الیکم (کبیر ج ۳ ص۴۶۲) ۳۴ یہ جملہ شرطیہ ہے جو میثاقِ مذکور سے متعلق پانچ امور پر مشتمل ہے (۱) اگر تم نماز قائم کروگے (۲) وَاٰتَیْتُمُ الزَّکٰوۃَ اور صدقاتِ واجبہ ادا کروگے (۳) وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ اور میرے تمام رسولوں پر ایمان لاؤگے (۴) وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ اور دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد کروگے اور انکا ساتھ دوگے (۵) وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ اور نفلی صدقات سے قوم کے غرباء کی امداد کرتے رہوگے لَاُکَفِّرَنَّ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ یہ شرطِ مذکور کی جزاء ہے یعنی اگر تم مذکورہ احکام بجا لاؤگے تو ہم اس کی جزاء دینگے کہ تمہارے گناہ معاف کر دینگے اور تمہیں جنت میں داخل کرینگے۔

اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَکُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ
اللہ نے میں تمہارے ساتھ ہوں ۳۳ اگر تم قائم رکھوگے نماز ۳۴

وَاٰتَیْتُمُ الزَّکٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ
اور دیتے رہوگے زکوٰۃ اور یقین لاؤگے میرے رسولوں پر

وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا
اور مدد کروگے ان کی اور قرض دوگے اللہ کو اچھی طرح

حَسَنًا لَّاُکَفِّرَنَّ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَ
کا قرض ولے تو البتہ دور کرونگا میں تم سے گناہ تمہارے اور

لَاُدْخِلَنَّکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ
داخل کرونگا تم کو باغوں میں کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں پھر جو کوئی

کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْکُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ
کافر ہوا تم میں سے اس کے بعد ۳۵ تو وہ بیشک گمراہ ہوا سیدھے

السَّبِیْلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ
راستہ سے ف۱ سو ان کے عہد توڑنے پر ۳۶ ہمنے ان پر لعنت کی

وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِیَةً ۚ یُحَرِّفُوْنَ
اور کر دیا ہم نے ان کے دلوں کو سخت پھیرتے ہیں

الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا
کلام کو اس کے ٹھکانے سے اور بھول گئے نفع اٹھانا

مِّمَّا ذُکِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ
اس نصیحت سے جو ان کو کی گئی تھی اور ہمیشہ تو

تَطَّلِعُ عَلٰی خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ
مطلع ہوتا رہتا ہے ان کی کسی دغا پر مگر ۳۷ تھوڑے لوگ ان میں سے

۳۵ جس نے اس مؤکد عہد اور پختہ میثاق کے بعد اسکی کسی ایک شق کو توڑ دیا تو وہ بلاشبہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا اور کھلی گمراہی میں جا پڑا اور اسکی کوئی معذرت قبول نہ ہوگی ۳۶ اس سے پہلے دماج ہے ای فنقضوا عهد اللّٰه من بعد میثاقه یعنی یہود نے اللہ سے پختہ عہد کرنیکے بعد اسے توڑ دیا تو اللہ تعالےٰ نے محض نقضِ عہد کیوجہ سے انکو حسبِ ذیل سزائیں دیں لَعَنّٰهُمْ ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر کے ذلیل و خوار کر دیا وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِیَةً اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا یہانتک کہ ان سے قبولِ حق کی استعداد سلب کرلی کہ وہ حق بات کے لئے نرم نہ ہوسکیں یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ یہ ماقبل کے لئے صفتِ کاشفہ ہے استئناف لبیان مرتبة قساوة قلوبهم فانه لا مرتبة اعظم مما ینشأ عنه الاجترآء علی تحریف کلام رب العلمین والافترآء علیه عزوجل (روح ج ۶ ص۸۹) ان کے دلوں کی سیاہی اور سختی اس حد تک پہنچ گئی کہ وہ ربُّ العلمین کے کلام میں تحریف کرنے لگے اور اس پر بہتان باندھنے لگے۔ وَنَسُوْا حَظًّا الخ نَسُوْا بمعنی ترکوا ہے یعنی تورات میں جن احکام کی ان کو نصیحت کیگئی تھی ان کے معتدبہ حصے پر انہوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا یہ نقضِ عہد ہی کا وبال تھا کہ انکے عوام و خواص میں بدعملی پھیل گئی اور دین کی دولت بھی ہاتھ سے جاتی رہی وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰی خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ۔ خَآئِنَة بمعنی خیانت ہے یہ بھی نقضِ عہد ہی کا نتیجہ ہے کہ وہ ہر وقت دین میں خیانت اور غدر پر کمربستہ نظر آتے ہیں۔ اور خیانت و بدعہدی ان کی عادتِ مستمرہ بن چکی ہے اور وہ اس کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ غدر اور خیانت میں وہ بالکل اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں والمعنی ان الغدر والخیانة عادة مستمرة لهم ولاسلافهم کما یعلم من وصفهم بالتحریف وما معه الخ (روح ج ۶ ص۹۰) ای هذه عادتهم ودیدنهم معك وهم علی مکان اسلافهم من خیانة الرسل وقتلهم الانبیاء فهم لا یزالون یخونونك وینکثون عهودك ویظاهرون علیك اعداءك ویهمون بالفتك بك (بحر ج ۳ ص۴۴۶) موجودہ زمانہ کے علماءِ سوء میں مذکورہ بالا چاروں باتیں بطورِ اتم موجود ہیں ۳۷ یہ ماقبل سے استثناء ہے اور اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ان میں سے اسلام لے آئے اور اپنے سابقہ گناہوں تحریف اور خیانت و غدر وغیرہ سے تائب ہو گئے وهم عبد اللّٰه بن سلام واصحابه الذین اسلموا من اهل الکتب (خازن جلد ۲ ص۲۳) فَاعْفُ عَنْهُمْ الخ عنهم کی ضمیر سے وہی لوگ مراد ہیں جنہیں ماقبل سے مستثنیٰ کیا گیا ہے یعنی مومنین اہلِ کتاب فرمایا ان سے درگذر کرو اور ان کے گذشتہ گناہوں اور انکی سابقہ خیانت و بدعہدی سے ان پر مؤاخذہ نہ کرو فاعف عن مؤمنیهم ولا تؤاخذهم بما سلف منهم (مدارک ج ۱ ص۲۱۴، بحر) اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ یہ جملہ ماقبل کیلئے بمنزلہ تعلیل ہے۔ اللہ تعالےٰ احسان کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے اس لئے آپ ان سے احسان اور حسنِ سلوک کا معاملہ فرمائیں۔ یہ نقضِ عہد کی سزا کا پہلا نمونہ تھا جس سے اہلِ سلام کی تنبیہ مقصود ہے یعنی جس طرح یہود کو عہد توڑنے اور ہمارے احکام و عدد کو

موضح قرآن ف یہ بیان فرمایا بنی اسرائیل سے عہد لینے کا حضرت موسیٰؑ کی آخر عمر میں یہ قرار لئے ہیں۔ یہ سورۃ حضرت کی آخر عمر میں نازل ہوئی شاید ہم کو سنایا اسی واسطے کہ ہمکو بھی یہی تقید ہے ایک عہد اس امت سے تھا کہ رسول جو پیچھے پیدا ہو اسکی مدد کرو۔ اسکے بدل ہم سے یہ ہے کہ خلفاء کی اطاعت کرو یہ مذکور بارہ سرداروں کا یہاں فرمایا اسی اشارے کو کہ حضرت نے بتایا ہے میری امت میں بارہ خلیفے ہوں گے قوم قریش سے اور فرمایا ہے کہ جو خرابی ہوئی پہلی امت میں سو ہوگی تم میں۔ جیسے وہ خراب ہوئے پیغمبروں کی مخالفت سے یہ امت خراب ہوئی خلیفہ پر خروج کر کر۔

۳۸ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى الخ یہ نقضِ عہد کی سزا کا دوسرا نمونہ ہے یعنی ہم نے نصاریٰ میں عہد توڑنے کی وجہ سے عداوت ڈال دی اور ان کے دلوں میں باہمی بغض پیدا کر دیا۔ اگر تم بھی نقضِ عہد کرو گے تو تمہیں بھی یہی سزا ملے گی۔ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ جس طرح بنی اسرائیل سے توحید و رسالت اور دیگر احکام کی بجا آوری کا عہد لیا تھا اسی طرح نصاریٰ سے بھی لیا مگر انہوں نے بھی یہودیوں کی طرح عہد توڑا اور اللہ کے احکام کو پامال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی حالانکہ انجیل میں آپ پر ایمان لانے کا حکم تھا اور انہوں نے یہودیوں کی طرح انجیل میں تحریف بھی کی۔ ای فی التوحید والایمان بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم اذ ھو مکتوب فی الانجیل (فَنَسُوْا حَظًّا) وھو الایمان بمحمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ای لم یعملوا بما امروا بہ وجعلوا ذلک الھوی والتحریف سببًا للکفر بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم (قرطبی ج ۶ ص ۱۱۷)

۳۹ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الخ بینھم کی ضمیر نصاریٰ کے لئے ہے اور اس سے ان کے مختلف گروہ مراد ہیں مثلاً یعقوبیہ نسطوریہ اور ملکانیہ وغیرہ یعنی نصاریٰ نے ہمارا عہد و میثاق توڑ دیا تو ہم نے دنیا میں ان کو یہ سزا دی کہ انہیں مختلف فرقوں میں بانٹ دیا اور ان کے درمیان بغضاء و عداوت کی آگ بھڑکا دی جو قیامت تک باقی رہے گی۔ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ نقضِ عہد کی سزا دنیا میں تو وہ تھی جو پہلے مذکور ہوئی یہاں اخروی عذاب کی وعید سنائی گئی۔ دنیا میں انہوں نے جو بدعہدیاں اور خیانتیں کی ہیں آخرت میں بھی ان کی سخت سزا پائیں گے۔ ای فی القیامۃ بالجزاء والعقاب (مدارک ج ۱ ص ۲۱۴)

حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا۔ یہود و نصاریٰ کی عہد شکنی پر ان کی سزا ذکر کرنے سے اہل اسلام کی تنبیہ مقصود ہے اگر انہوں نے نقضِ عہد کیا اللہ کے احکام سے سرتابی کی تو ان کو یہ تمام سزائیں دی جائیں گی جو یہود و نصاریٰ کو علیحدہ علیحدہ دی گئیں چنانچہ اب مسلمانوں کو نقضِ عہد کی سزا مل رہی ہے۔ وہ فرقوں میں بٹ چکے ہیں اور ان کے درمیان بغض و عداوت کی آگ شعلہ زن ہے۔ یہاں تک سورت کے پہلے حصے مضمون اول یعنی شرک فعلی کی نفی کا بیان ختم ہوا

حصہ اوّل مضمون ثانی

شرک اعتقادی یا شرک فی التصرف کی نفی

۴۰ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ الخ یہاں سے پہلے حصے کے دوسرے (شرک فی التصرف کی نفی) کا بیان شروع ہوتا ہے۔ پہلے بطور تمہید اہل کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کی ترغیب دی۔ اہل کتاب سے یہاں یہود و نصاریٰ دونوں فریق مراد ہیں۔ اس آیت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف بیان فرمائے۔ اول يُبَيِّنُ لَكُمْ الخ یعنی تورات و انجیل کی بہت سی

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (13)

سو معاف کر اور درگذر کر ان سے اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ

اور وہ جو ۳۸ کہتے ہیں اپنے کو نصاریٰ ان سے بھی لیا تھا ہم نے عہد ان کا

فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ

پھر بھول گئے نفع اٹھانا اس نصیحت سے جو ان کو کی گئی تھی پھر ہم نے لگا دی آپس میں ان کے

الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ

دشمنی اور کینہ ۳۹ قیامت کے دن تک اور آخر

يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ (14) يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ

جتا دے گا ان کو اللہ جو کچھ کرتے تھے اے کتاب والو ۴۰

قَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ

آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا ظاہر کرتا ہے تم پر بہت سی چیزیں جو تم

تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ڛ قَدْ جَاۗءَكُمْ

چھپاتے تھے کتاب میں سے اور درگذر کرتا ہے بہت چیزوں سے بیشک آئی ہے تمہارے

مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (15) يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ

پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب ظاہر کرنے والی ۴۱ جس سے اللہ ہدایت کرتا ہے

مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ

اس کو جو تابع ہوا اس کی رضا کا سلامتی کی راہیں اور ان کو نکالتا ہے

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ

اندھیروں سے روشنی میں اپنے حکم سے اور ان کو چلاتا سیدھی

مُّسْتَقِيْمٍ (16) لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ

راہ بے شک کافر ہوئے ۴۲ جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی

باتیں جنہیں تم چھپاتے ہو وہ انہیں کھول کر بیان کرتا ہے۔ دوم وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ اور بہت سی باتوں سے درگذر کرتا ہے یعنی جن مسائل کو تم چھپاتے ہو ان میں سے بہت سے مسائل ایسے ہیں جنہیں وہ ظاہر نہیں کرتا کیونکہ ان کے اظہار میں دین کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ اہل کتاب کو معلوم ہو جائے کہ ان کی چوریوں اور خیانتوں کا پیغمبر علیہ السلام کو علم ہے تاکہ وہ رسوائی سے بچنے کے لئے حق کو چھپانا اور تورات و انجیل میں خیانت کرنا چھوڑ دیں۔

۴۱ قَدْ جَاۗءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔ اس آیت میں نور سے مراد کتاب مبین یعنی قرآن مجید ہے اور عطف تفسیری ہے۔ والمراد بہ وبقولہ کتاب مبین القرآن لما فیہ من کشف ظلمات الشرک والشک وابانۃ ما خفی علی الناس من الحق والاعجاز البین والعطف لتنزیل المغایرۃ بالعنوان منزلۃ المغایرۃ بالذات (ابوالسعود ج ۳ ص ۳۴۵) یعنی نور اور کتاب سے قرآن مراد ہے کیونکہ اس سے شرک و شبہات

موضح قرآن :- اس سے معلوم ہوا کہ جب اللہ کے کلام سے اثر پکڑنا اور حکم شرع پر محبت سے قائم رہنا چھوٹ جاوے اور رفتہ رفتہ مذہب کا جھگڑا اور حمیت رہ جاوے تو راہ سے بہکے ۱۲

کے اندھیرے دور ہوتے ہیں اور لوگوں پر حق واضح ہوتا ہے ۔ باقی رہی یہ بات کہ معطوف علیہ اور معطوف میں تغایر ضروری ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تغایر فی العنوان کافی ہے۔ اس کے بعد کتاب کی تین صفتیں بیان فرمائیں ۔ اوّل یَهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ الخ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ ۔ یَهْدِیْ کا مفعول اول ہے ۔ اور سُبُلَ السَّلٰمِ اس کا مفعول ثانی ہے ۔ جو لوگ اللہ کی رضامندی کے متلاشی ہیں ان کو وہ اس کتاب کے ذریعہ سلامتی کی راہوں تک پہنچا دیتا ہے جن پر چل کر وہ اللہ کی رضا حاصل کر سکتے ہیں ۔ دوئم وَیُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ اور اپنی توفیق اور تائید سے ان کو شرک و گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر توحید و ہدایت کی روشنی کی طرف لے جاتا ہے ۔ سوئم ۔ وَیَهْدِیْهِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور ان کو صراط مستقیم (سیدھی راہ) دکھاتا ہے جس پر تمام انبیاء علیہم السلام خود گامزن رہے اور جس کی طرف اپنی امتوں کو دعوت دیتے رہے ۔

لفظ نور کی تحقیق

بعض لوگ جو علم و دیانت سے بے بہرہ ہیں اور قرآن مجید کو اپنی تحریفات کا نشانہ بنانا ہی جن کا سرمایۂ دین ہے کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ بشر نہیں ہیں اور آپ کے جسد اطہر کا سایہ نہیں تھا کیونکہ بشریت اور نور میں تضاد ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا ۔ اس کے دو جواب ہیں ۔ پہلا جواب ۔ اس آیت میں نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد نہیں بلکہ اس سے قرآن مجید مراد ہے ۔ جیسا کہ سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے ۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے ہمارے پاس دو ہی چیزیں آئی ہیں ۔ ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوم قرآن مجید ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کا ذکر اس سے قبل یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا سے فرمایا اور دوسری چیز یعنی قرآن مجید کا ذکر قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ سے فرمایا ۔ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ کا عطف نُوْرٌ پر عطف تفسیری ہے ۔ متعدد مفسرین نے اس کی صراحت کی ہے ۔ مفسر ابوالسعود کا حوالہ پہلے گذر چکا ہے ۔ امام نسفی حنفی فرماتے ہیں یرید القرآن لکشفه ظلمات الشرک والشک ولابانته ما کان خافیا علی الناس من الحق (مدارک ج ۱ ص۲۱۱) قاضی ثناء اللہ فرماتے ہیں وجاز ان یکون العطف تفسیریا وسمی محمد صلی اللہ علیہ وسلم والقرآن نورا لکونهما کاشفین لظلمات الکفر (مظہری ج ۳ ص۷۶) کذا فی البحر ج ۳ ص۴۴۸ وغیرہ) جیسا کہ سورہ حدید ع ۳ میں فرمایا وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ یہاں بھی عطف تفسیری ہے اور المیزان سے الکتاب ہی مراد ہے ۔ اور اگر واؤ کو عاطفہ ہی قرار دیا جائے تو اس صورت میں وہ ایک ہی چیز (قرآن) کے دو متغایر وصف (نور اور کتاب مبین) بیان کرنے کے لئے ہوگی ۔ قرآن نور ہے کیونکہ اس سے کفر و شرک اور شکوک و شبہات کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں ۔ نیز وہ کتاب مبین ہے یعنی حق و باطل کو اس طرح کھول کر بیان کرتی ہے کہ ہر شخص بخوبی ان میں امتیاز کر سکتا ہے ۔ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے کئی بار نور سے تعبیر فرمایا ۔ مثلاً ارشاد ہے ۔ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا (نساء ع ۲۴) اسی طرح سورۂ تغابن ع ۱ میں فرمایا فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْۤ اَنْزَلْنَا ۔ ان دونوں آیتوں میں نور سے لامحالہ قرآن مجید ہی مراد ہے ۔

دوسرا جواب :۔ اگر سیاق و سباق کے خلاف اس آیت میں نور سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی مراد لی جائے تو بھی ان کا مطلب حاصل نہیں ہو سکتا ۔ نہ اس سے آپ کی بشریت کا انکار ثابت ہوتا ہے نہ آپ کے سایہ کی نفی ہوتی ہے کیونکہ لفظ نور کا آپ کی ذات اقدس پر اطلاق بطور تشبیہ و استعارہ ہے جس سے آپ کی شان رہنمائی اور وصف ہدایت کو نمایاں کرنا مقصود ہے جس طرح نور (روشنی) سے اندھیرا زائل ہو جاتا ہے اور ہر چیز صاف نظر آنے لگتی ہے ۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات سے کفر و شرک اور ضلالات و جہالت کے اندھیرے دور ہوتے ہیں اور صراط مستقیم صاف صاف دکھائی دینے لگتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور اس لئے نہیں فرمایا کہ آپ کی ذات نور ہے بشر نہیں ہے بلکہ آپ کو نور اس لئے فرمایا کہ آپ کی صفت نور ہے ۔ آپ کے ذریعے کفر و شرک کا اندھیرا دور ہوا اور راہ حق واضح ہوئی جیسا کہ مفسرین کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے ۔ علامہ خازن لکھتے ہیں یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم انما سماه نورا لانه یهتدی به کما یهتدی بالنور فی الظلام (خازن ج ۲ ص۲۱) امام نسفی فرماتے ہیں او النور محمد علیه السلام لانه یهتدی به کما یهتدی بالنور فی الظلام کما سمی سراجا (مدارک ج ۱ ص۲۱۱) تفسیر مظہری کا حوالہ پہلے گذر چکا ہے ۔ جن مفسرین نے نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد لی ہے ان میں سے کسی نے بھی اس سے آپ کی بشریت یا آپ کے سایہ کی نفی پر استدلال نہیں کیا بلکہ سب نے اس اطلاق کو استعارہ قرار دے کر اس سے نور ہدایت یعنی ہدایت کی روشنی مراد لی ہے ۔ ۳۴ لَقَدْ كَفَرَ الخ یہ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا الخ سے متعلق ہے ۔ اے اہل کتاب ہمارا آخری رسول تمہارے پاس آچکا ہے جو ان سچی باتوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے جنہیں تم چھپاتے تھے ۔ من جملہ ان کے ایک بات یہ تھی کہ جو لوگ غیر خدا مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں کہ وہ عین خدا ہے اور اللہ تعالیٰ حضرت مسیح میں حلول کئے ہوئے ہے یا اللہ تعالیٰ بشکل مسیح دنیا میں آیا ہے (شاہ عبدالقادر) ایسے لوگ یقیناً بلاشبہ کافر ہیں ۔ یہ ان عیسائیوں کے خیال کا رد ہے جو حضرت مسیح میں اللہ تعالیٰ کے حلول کے قائل ہیں یعنی یعقوبی فرقہ (روح جلد ۶ ص۹۵) لیکن حضرت شیخ فرماتے ہیں اس سے اتحاد ذات مراد نہیں بلکہ اتحاد صفات مراد ہے یعنی عیسائیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو صفات کارسازی (صفات ربوبیت) میں خدائے تعالیٰ کا شریک سمجھ رکھا تھا ۔ وہ حضرت مسیح کو غیب دان ، مافوق الاسباب متصرف و مختار مانتے تھے ۔ ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سے خدائی اختیارات دے رکھے ہیں اور وہ حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے غائبانہ طور پر ان کو پکارتے تھے ۔ یہ عقیدہ اور عمل صریح شرک تھا اس لئے ایسے لوگوں کے کافر ہونے کا تاکید سے اعلان فرمایا ۔ اس آیت کا مابعد حضرت شیخ قدس سرہ کے بیان کردہ مفہوم کی تائید کرتا ہے ۔ اس آیت کا ماقبل سے ربط یہ ہے کہ مسلمانوں سے فرمایا ۔ یہود و نصاریٰ سے مت ڈرو جن کو ہم نے ذلیل کر دیا ہے اور جن کے درمیان ہم نے عداوت ڈال دی ہے بلکہ ان سے صاف کہدو کہ تم کافر و مشرک ہو ۔ ۳۵ قُلْ فَمَنْ یَّمْلِكُ الخ یہ نصاریٰ کے مذکورہ بالا کفریہ عقیدے کے بطلان پر عقلی دلیل ہے یعنی اِلٰہ (معبود) تو صرف وہی ہو سکتا ہے جس کی قدرت کامل ہو اور جس کے اختیارات ہر چیز پر حاوی ہوں ۔ حضرت مسیح اور حضرت مریم علیہما السلام جن کو عیسائی معبود مانتے ہیں وہ خدا کے سامنے بالکل عاجز اور بے بس ہیں ۔ اگر اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اور ان کے ساتھ ساری مخلوق کو ہلاک کرنا چاہے اور انہیں موت کی نیند سلا دینا چاہے تو وہ خود تو کیا دنیا کی کوئی طاقت انہیں موت سے نہیں بچا سکتی ۔ جو خود اس قدر بے بس ہیں کہ اپنی ذات سے بھی کوئی تکلیف دور نہیں کر سکتے وہ دوسروں کی کیا کارسازی کریں گے ۔ بعض مفسرین نے اس آیت سے حیات مسیح علیہ السلام پر استدلال کیا ہے کیونکہ اِنْ اَرَادَ میں اِنْ کا واقع ہے جو مستقبل میں وقوع جزاء پر دلالت کرتا ہے لیکن اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس سے تو حضرت مریم کی حیات بھی ثابت ہو جائے گی تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے وَاُمَّهٗ سے پہلے وَقَبْلَ اَهْلَكَ مقدر ہے لیکن تمام تکلفات بار دہ ہیں ۔ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت کا حیات و ممات حضرت مسیح سے کوئی تعلق نہیں ۔ اس آیت کا موضوع مسیح اور ان کی والدہ

کی الوہیت کی نفی ہے اور وَاُمَّہٗ میں واؤ عاطفہ نہیں بلکہ بمعنی مع ہے اور اُمَّہٗ مفعول معہ ہے۔ عطف کی صورت میں فعل کا تعلق معطوف علیہ و معطوف دونوں سے مستقل طور پر ہوتا ہے مگر مفعول معہ کی صورت میں مفعول بہ اور مفعول معہ دونوں کے مجموعے سے فعل متعلق ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ فعل دونوں سے فرداً فرداً بھی متعلق ہے یا نہیں تو اس ترکیب کو اس سے بحث نہیں ہوتی۔ یہ چیز خارجی قرائن اور دلائل سے ثابت ہوگی۔ اسی طرح یہاں اہلاک کا تعلق مسیح اور امہ اور مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ کے مجموعے سے ہے۔ رہی یہ بات کہ اہلاک تینوں سے فرداً فرداً خارج میں متعلق ہے یا نہیں تو اس کی یہاں بحث نہیں ہے۔ یہ حضرت شیخ القرآنؒ کے خصوصی جواہر پاروں میں سے ہے۔ ۴۳ وَلِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ الخ مبتدا پر خبر کی تقدیم افادۂ حصر کے لئے ہے۔ یعنی آسمانوں اور زمین کے تمام اختیارات صرف

الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ ؕ قُلۡ فَمَنۡ یَّمۡلِکُ لَکُمۡ مِّنَ

مسیح ہے مریم کا بیٹا ف۱ تو کہہ دے پھر کس کا بس چل سکتا ہے ۴۳

اللّٰہِ شَیۡئًا اِنۡ اَرَادَ اَنۡ یُّہۡلِکَ الۡمَسِیۡحَ ابۡنَ مَرۡیَمَ

اللہ کے آگے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کرے مسیح مریم کے بیٹے کو

وَ اُمَّہٗ وَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا ؕ وَ لِلّٰہِ مُلۡکُ

اور اس کی ماں کو اور جتنے لوگ ہیں زمین میں سب کو اور اللہ ہی کیواسطے ہے سلطنت

السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا ؕ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ

آسمانوں ۴۴ اور زمین کی اور جو کچھ درمیان ان دونوں کے ہے پیدا کرتا ہے جو چاہے

وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱۷﴾ وَ قَالَتِ الۡیَہُوۡدُ وَ

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف۱ اور کہتے ہیں یہود اور

النَّصٰرٰی نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰہِ وَ اَحِبَّآؤُہٗ ؕ قُلۡ فَلِمَ

نصاریٰ ۴۵ ہم بیٹے ہیں اللہ کے اور اس کے پیارے ف۲ تو کہہ پھر کیوں

یُعَذِّبُکُمۡ بِذُنُوۡبِکُمۡ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ مِّمَّنۡ خَلَقَ ؕ

عذاب کرتا ہے تم کو تمہارے گناہوں پر کوئی نہیں بلکہ تم بھی ایک آدمی ہو اس کی مخلوق میں ۴۶

یَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ لِلّٰہِ

بخشے جس کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے اور اللہ ہی کیلئے ہے

مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا ۫ وَ اِلَیۡہِ

سلطنت آسمان اور زمین کی اور جو کچھ دونوں کے بیچ میں ہے اور اسی کی

الۡمَصِیۡرُ ﴿۱۸﴾ یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ قَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلُنَا

طرف لوٹ کر جانا ہے اے کتاب والو آیا ہے ۴۷ تمہارے پاس رسول ہمارا

یُبَیِّنُ لَکُمۡ عَلٰی فَتۡرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا

کھولتا ہے تم پر رسولوں کے انقطاع کے بعد ف۳ کبھی تم کہنے لگو کہ

اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں وہی ہر چیز کا مالک ہے نہ کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ اور مشرکین کے دوسرے مزعومہ معبودین۔ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ حضرت مسیح اور ان کی والدہ میں یہ صفت موجود نہیں وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔ ہر چیز پر قدرت بھی اللہ ہی کو ہے حضرت مسیح اور ان کی والدہ کو نہیں تو پھر وہ معبود کیسے بن سکتے ہیں۔ چونکہ ابتداء کلام میں حصر ہے اس لئے باقی دو حصوں میں بھی حصر ہوگا۔ تفصیل کے لئے مقدمہ تفسیر جواہر القرآن صـ۷۷ ملاحظہ کیجئے۔ ۴۵ وَقَالَتِ الۡیَہُوۡدُ وَالنَّصٰرٰی الخ یہ یہود و نصاریٰ کے ان علماء اور درویشوں پر شکوہ ہے جو خود بھی مشرک تھے اور عوام کو بھی شرک سکھاتے تھے۔ ایک طرف تو وہ حضرت عزیر، حضرت مسیح اور حضرت مریم علیہم السلام کو خدا کے شریک ٹھہراتے ہیں دوسری طرف عوام اور جہلائے قوم کے دلوں پر اپنے تقدس کا سکہ بٹھانے کے لئے کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ وہ لوگ حضرت عزیر اور حضرت مسیح علیہما السلام کو الوہیت کا درجہ دیکر اپنے لئے بھی وہی مقام حاصل کرنا چاہتے تھے جیسا کہ آج کل کے گدی نشین اور پیر حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، شیخ عبدالقادرؒ اور دیگر اولیاءؒ کو الوہیت کا درجہ دے کر خود بھی وہی مقام حاصل کرنے کے لئے یہود و نصاریٰ کے مشرک احبار و رہبان کی طرح بے سروپا دعاوی کرتے ہیں۔ قُلۡ فَلِمَ یُعَذِّبُکُمۡ الخ یہ شکوہ کا جواب ہے اور یہود و نصاریٰ کے دعویٰ کے غلط اور جھوٹا ہونے پر برہان قاطع ہے۔ فرمایا اگر واقعی تم اللہ کے پیارے اور محبوب ہو تو وہ تمہیں آخرت میں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیگا۔ جیسا کہ تمہارا اپنا اقرار ہے۔ لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدَۃً۔ اگر تم اللہ کے محبوب ہوتے تو وہ تمہیں عذاب نہ دیتا۔ کیونکہ محب اپنے محبوب کو عذاب نہیں دیتا۔ ۴۶ بَلۡ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ الخ بلکہ تم بھی اللہ کی دوسری مخلوق کی طرح ہو جس طرح دوسرے انسانوں پر اللہ کا قانونِ جزا و سزا لاگو ہے اسی طرح تم پر بھی ہے۔ وہ جسے چاہے معاف کرے اور جسے چاہے سزا دے۔ اس کا قانون یہ ہے کہ وہ مومنوں کو معاف کریگا اور کفار و مشرکین کو سزا دیگا۔ یہ دونوں فریق خواہ کسی خاندان اور قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں وَلِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ الخ یہ یہود و نصاریٰ کے قول باطل کے رد کا اعادہ اور اس کا تتمہ ہے۔ یعنی زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کی ملک میں ہے اور تمام اختیارات بھی اسی کے ہیں نہ کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ اور احبار و رہبان کے۔ ۴۷ یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ الخ یہ بُعدِ عہد کی وجہ سے یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ قَدۡ جَآءَکُمۡ الخ گذشتہ کا اعادہ ہے اور اس سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اہل کتاب کی اس قدر خباثتوں اور دینی خیانتوں اور غداریوں کے باوجود ان پر عذاب نازل کر کے ان کو ہلاک کیوں نہیں کر دیا گیا۔ فترۃ کے معنی انقطاع کے ہیں یعنی ہمارا رسول اس وقت آیا جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کے بعد رسولوں کی آمد کا سلسلہ کئی صدیوں کے لئے منقطع ہو چکا تھا۔ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا یہاں اَنۡ سے پہلے لام تعلیل اور اَنۡ کے بعد لائے نفی مقدر ہے۔ اصل میں تھا لِئَلَّا تَقُوۡلُوۡا (روح ج ۶ صـ۱۰۱) جیسا کہ سورۂ نساء

ف۱ یعنی گو کہ عزیز ان کے سب کو ہلاک کرے پھر کوئی نہیں مار سکتا اور مختار کس طرح ہوئے ۱۲ ف۲ یعنی جیسے بیٹا اپنے باپ کا پیارا ہوتا ہے ۱۲ مع قرینہ ای پیارے اور عزیز ۱۲ ف۳ یعنی اے یہود و نصاریٰ تم بھی دیگر آدمیوں کی طرح ہو ۱۲ ف۴ یعنی یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ ۱۲

ف۳ رسولنا سے انقطاع اور اس کا اعادہ ہے کہ بعد عیسیٰ علیہ السلام کے ۹ فانقطاع ۱۲ منا ای لئلا تقولوا ۱۲

موضح قرآن ف۱ اللہ صاحب کسی جگہ نبیوں کے حق میں ایسی بات فرماتے ہیں تا ان کی اُمت ان کو بندگی کی حد سے زیادہ نہ چڑھا دیں و الا نبی اس لائق کاہے کو ہیں ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی حلول کردہ در وے واللہ اعلم ۱۲ ف۲ مترجم گوید یعنی خدا را پدر خود می گفتند واللہ اعلم ۱۲ ف۳ مترجم گوید یعنی بعد عیسیٰ بجز پیغمبر ما ہیچ پیغمبر مبعوث نشد در میان ایشان بانصد و شصت سال بعد و اللہ اعلم ۱۲

کے آخر میں فرمایا یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۔ یہ اصل میں تھا لِئَلَّا تَضِلُّوْا ۔ یہ جَآءَکُمْ کی علت ہے ۔ حاصل معنٰی یہ کہ اے اہل کتاب ہمارا رسول تمہارے پاس آچکا ہے جو تمہارے سامنے حق کو کھول کر بیان کرتا ہے اور تمہارے تمام شکوک و شبہات کو دور کرتا ہے تاکہ جب تمہاری نافرمانیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے تم پر عذاب الٰہی آئے تو تم یہ عذر پیش نہ کر سکو کہ تمہارے پاس کوئی رسول نہیں آیا جو تمہارے سامنے دین حق کو واضح کرتا اور تمہیں دینِ حق قبول کرنے کی ترغیب دیتا ماننے والوں کو خوشخبری سناتا اور نہ ماننے والوں کو خدا کے عذاب سے ڈراتا ۔ اب تمہارے پاس اللہ کا رسول آچکا اور اس نے تبلیغ حق کا فرض ادا کر دیا اس لئے اب اگر تم نہیں مانو گے تو تمہارا کوئی عذر قابلِ قبول نہیں اور نہ تمہارا جرم وگناہ قابلِ معافی ہوگا ۔ ۴۸ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ یہ بھی سابق دلیل دعوٰی کا اعادہ ہے یعنی اللہ تعالٰی ہی ہر چیز پر قادر ہے نہ کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ علیہما السلام

مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِیْرٍ وَّلَا نَذِیْرٍ ز فَقَدْ جَآءَکُمْ

ہمارے پاس نہ آیا کوئی خوشی یا ڈر سنانے والا سو آچکا تمہارے پاس

بَشِیْرٌ وَّنَذِیْرٌ ط وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۹﴾

خوشی اور ڈر سنانے والا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۴۸ ف

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَةَ

اور جب کہا ۴۹ موسٰی نے اپنی قوم کو اے قوم یاد کرو احسان

اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ

اللہ کا اپنے اوپر جب پیدا کئے تم میں نبی اور کر دیا تم کو

مُّلُوْکًا وَّاٰتٰىکُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۰﴾

بادشاہ اور دیا تم کو جو نہیں دیا تھا کسی کو جہان میں ف۱

یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ کَتَبَ

اے قوم داخل ہو ۵۰ زمین پاک میں جو مقرر کر دی ہے

اللّٰہُ لَکُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤی اَدْبَارِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا

اللہ نے تمہارے واسطے اور نہ لوٹو اپنی پیٹھ کی طرف پھر جا پڑو گے

خٰسِرِیْنَ ﴿۲۱﴾ قَالُوْا یٰمُوْسٰۤی اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا

نقصان میں ف۲ بولے اے موسٰی ۵۱ وہاں ایک قوم ہے

جَبَّارِیْنَ ق صلے وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰی یَخْرُجُوْا

زبردست اور ہم ہرگز وہاں نہ جاویں گے یہاں تک کہ وہ نکل جاویں

مِنْهَا ج فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾

اس میں سے پھر اگر وہ نکل جاویں گے اس میں سے تو ہم ضرور داخل ہوں گے

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ

کہا دو مردوں نے ف۳ اللہ سے ۵۲ ڈرنے والوں میں سے کہ خدا کی نوازش تھی

ع ۳ ۸ ۷

۴۹ ۔ دلیل دعوٰی کا اعادہ کا لا ہے ۔ ۴۹ ۔ ۵۰ ۔ مسئلہ واسم ۔ ۵۱ ۔ بیان کرنے کے بعد اہل کتاب کو اشاعت ذلت سے جہاد نہ کرنے کی صورت کا پہلا نمونہ ۱۲

۴۹ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی الخ جہاد نہ کرنے کی صورت میں ذلت اٹھانے کا پہلا نمونہ ۔ یعنی جب تم نے اہل کتاب کو ان کے مشرکانہ عقائد کی بنا پر صاف صاف کافر کہہ دیا تو اب خاموشی سے نہیں بیٹھنا ہوگا بلکہ اب وہ تمہارے ساتھ جنگ کریں گے اور تمہیں بھی جواباً ان سے جہاد کرنا ہوگا ۔ اگر تم نے اپنی جان کی حفاظت کیلئے ان سے جہاد نہ کیا اور خاموش بیٹھے رہے تو جس طرح بنی اسرائیل نے دشمن سے جہاد نہ کرنے کی وجہ سے ذلت اٹھائی تھی اسی طرح تم بھی ذلیل ہو جاؤ گے ۵۰ یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الخ حضرت ابن عباس ، ابن زید اور سدی کا قول ہے کہ ارض مقدسہ سے بیت المقدس مراد ہے اسے ارضِ مقدسہ (پاک زمین) اس لئے کہا گیا کہ وہ قدیم سے انبیاء کرام علیہم السلام کا مسکن چلا آرہا تھا اور شرک کی نجاست سے پاک تھا ۔ ووصفت تلك الارض بذلك لانها مطهرة من الشرك حيث جعلت مسكن الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام (روح ص۱۰۶ ج۶) اَلَّتِیْ کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ جس کے بارے میں اللہ تعالٰی فیصلہ فرما چکا ہے کہ وہ تمہارا مسکن ہوگا ۔ کتب فی اللوح المحفوظ انها مسکن لکم (مدارك ج ۱ ص۲۱۶) لیکن پیچھے نہ ہٹنا ورنہ دین و دنیا کا خسارہ اٹھاؤ گے ۔ ارض مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم حقیقت میں جہاد کا حکم تھا ۔ کیونکہ اس پر ایک بڑی طاقتور کافر قوم قابض تھی جب تک اس قابض قوم سے جہاد کر کے وہ علاقہ اس سے واگذار نہ کرا لیا جاتا اس وقت تک بنی اسرائیل اس میں آرام و چین سے نہیں رہ سکتے تھے ۔ ۵۱ قَالُوْا یٰمُوْسٰی الخ بنی اسرائیل نے موسٰی

موضح قرآن ف۱ حضرت عیسٰی کے بعد کوئی رسول نہ آیا تھا سو فرمایا کہ تم افسوس کرتے کہ ہم رسولوں کے وقت میں نہ ہوئے کہ تربیت ان کی پاتے ۔ اب بعد مدت تم کو رسول کی صحبت میسر ہوئی غنیمت جانو اور اللہ قادر ہے اگر تم نہ قبول کرو گے اور خلق کھڑی کر دے گا تم سے بہتر جیسے حضرت موسٰی کے ساتھ جہاد کرنا قبول نہ کیا ان کی قوم نے اللہ نے ان کو محروم کر دیا اوروں کے ہاتھ ملک شام فتح کر دیا ۱۲ ف۲ حضرت ابراہیم اپنے باپ کا وطن چھوڑ نکلے اللہ کی راہ میں اور ملک شام میں آکر ٹھہرے اور مدت تک ان کو اولاد نہ ہوئی تب اللہ تعالٰی نے ان کو بشارت فرمائی کہ تیری اولاد بہت پھیلاؤں گا اور زمین شام ان کو دوں گا اور نبوت و دین اور کتاب و سلطنت ان میں رکھوں گا پھر حضرت موسٰی کے وقت وہ وعدہ پورا کیا بنی اسرائیل کو فرعون کے بیگار سے خلاص کیا اور اس کو غرق کیا اور ان کو فرمایا کہ تم جہاد کرو عمالقہ سے ملک شام چھین لو پھر ہمیشہ وہ ملک تمہارا ہے حضرت موسٰی نے بارہ شخص کو بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے پر سردار کیا تھا ان کو بھیجا کہ اس ملک کی خبر لاویں وہ خبر لائے تو ملک شام کی بہت خوبیاں بیان کیں اور وہاں مسلط تھے عمالقہ ان کی قوت و زور بھی بیان کیا حضرت موسٰی نے ان کو کہا کہ تم قوم کے پاس خوبی ملک بیان کرو اور قوت دشمن مت کہو ان میں دو شخص اس حکم پر رہے اور دس نہ رہے ۔ قوم نے سنا تو نامردی کرنے لگے اور چاہا کہ پھر الٹے مصر جاویں اس تقصیر سے چالیس برس فتح شام کو دیر لگی اس قدر مدت جنگلوں میں پھرتے رہے جب اس قرن کے لوگ سب مر گئے مگر وہی دو شخص کہ وہی حضرت موسٰی کے بعد خلیفہ ہوئے انکے ہاتھ فتح

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی معجزات عظیم از فلق بحر و رفع طور واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی یوشع و کالب ۱۲

علیہ السلام کو جواب دیا کہ ارضِ مقدسہ پر تو ایک بڑی طاقتور اور جابر قوم عمالقہ کا قبضہ ہے ہم تو اس میں قدم بھی نہیں رکھینگے اور نہ ہم میں ان کے مقابلے کی تاب ہے۔ ہاں اگر وہ خود بخود ہی اس سرزمین کو خالی کر دیں اور نکل کر کہیں چلے جائیں تو ہم وہاں جانے کے لئے تیار ہیں۔ **۵۲** قَالَ رَجُلٰنِ الخ رجلان سے یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا مراد ہیں یَخَافُوْنَ کا مفعول محذوف ہے یعنی اللہ جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بزدلانہ بالابزدلانہ جواب دیا تو ان میں جو لوگ خدا ترس تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم پر جہاد کے لئے تیار تھے ان میں سے دو شخص یوشع اور کالب جن کو اللہ تعالیٰ نے رسوخ فی الایمان اور ثبات و استقلال کی نعمت سے نوازا تھا اور وہ زبانِ موسوی سے امدادِ خداوندی اور فتح و نصرت کے وعدے پر پورا پورا اعتماد رکھتے تھے هٰذان رجلان هما

عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ
ان دو پر گھس جاؤ ان پر حملہ کرکے دروازہ میں پھر جب تم اس میں گھس جاؤ گے
فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۥ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ
تو تم ہی غالب ہوگے اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا
یقین رکھتے ہو بولے اے موسیٰ **۵۳** ہم ہرگز نہ جاویں گے ساری عمر
مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا
جب تک وہ رہیں گے اس میں سو تو جا اور تیرا رب اور تم دونوں لڑو ہم
هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا
تو یہیں بیٹھے ہیں بولا اے رب میرے میرے اختیار میں نہیں **۵۴** مگر
نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾
میری جان اور میرا بھائی سو جدائی کر دے تو ہم میں اور اس نافرمان قوم میں
قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ
فرمایا تحقیق وہ زمین حرام کی گئی ہے ان پر چالیس برس سر مارتے پھریں گے
فِى الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَ
ملک میں سو تو افسوس نہ کر نافرمان لوگوں پر **ف** اور
اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَىْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا
سنا ان کو حال واقعی آدم کے دو بیٹوں کا **۵۶** جب نیاز کی دونوں نے کچھ نیاز
فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ
اور مقبول ہوئی ایک کی اور نہ مقبول ہوئی دوسرے کی **وہ** کہا
لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾
میں تجھ کو مار ڈالوں گا وہ بولا اللہ قبول کرتا ہے تو پرہیزگاروں سے **ف**

یوشع بن نون وکالب بن یوقنا وکانا من الذین یخافون اللہ وانعم اللہ علیہما بالھدایۃ والثقۃ بعون اللہ والاعتماد علی نصرۃ اللہ (کبیر ج ۳ ص ۵۲۳) وہ بزدل و ناخدا ترس بنی اسرائیل کو نصیحت کرنے لگے کہ لوگو قوم عمالقہ کی طاقت و جبروت سے خوف مت کھاؤ اگر واقعی تم خدا پر ایمان رکھتے ہو تو اس پر بھروسہ کرو اور اس کا نام لیکر شہر کے دروازے سے اچانک دشمن پر حملہ کر دو یقیناً تم غالب آجاؤ گے اور فتح تمہاری ہوگی ان دونوں آدمیوں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر ایمان چونکہ نہایت مضبوط تھا اور انہیں یقین تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی فتح و نصرت کا جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہوگا اس لئے انہوں نے پورے یقین اور اعتماد سے کہا کہ اگر تم جہاد کرو گے تو فتح یقیناً تمہاری ہوگی (کبیر) **۵۳** قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى الخ ان دونوں کی باتوں کا بنی اسرائیل پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ انہوں نے ان کے وعظ و نصیحت کو کوئی اہمیت ہی نہ دی اور ان کو قابلِ خطاب بھی نہ سمجھا اور اپنی ضد پر اڑے رہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے وہی اپنا پہلا جواب دہرا دیا اور اس کے ساتھ مزید کہا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ الخ بعض مفسرین نے لفظِ رب کو اس کے حقیقی مفہوم پر محمول کیا ہے یعنی تم اور تمہارا رب جائیں اور ان سے لڑیں ہم تو یہاں سے ہلیں گے بھی نہیں اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ تم جا کر ان سے لڑو اللہ تمہارا ساتھی ہوگا اور تمہارا ناصر و مددگار ہوگا۔ الوجہ فیہ ان یقال اذھب انت و ربک یعینک علی قتالک (مدارک ص ۲۱۶ ج ۱) ہم میں تو ان کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں یا انہوں نے یہ الفاظ اللہ اور اس کے رسول سے استہزاء اور استہانت کے طور پر کہے تھے وقالوا ذلك استھانة واستھزاءً به سبحانه وبرسوله علیه الصلوٰة والسلام وعدم المبالاة بھما (روح ج ۶ ص ۱۰۸ وابو السعود ج ۳ ص ۵۵۴) یا رب سے مجازاً سردار یعنی حضرت ہارون علیہ السلام مراد ہیں کیونکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے اور وہ ان کے سردار تھے وسیدك وھو اخوك الاکبر ھارون (مدارک) یعنی ہم تو جہاد کرنے سے رہے اور اگر تمہیں جہاد لازمی طور پر کرنا ہی ہے تو اپنے بھائی کے ساتھ ان سے جا کر لڑو۔ **۵۴** قَالَ رَبِّ الخ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کا گستاخانہ جواب سنا اور احکامِ ربانی سے ان کی بے اعتنائی اور بے رخی ملاحظہ فرمائی تو ان سے مایوس ہو کر اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے لگے کہ اے اللہ اس سرکش اور متمرد قوم پر میرا کوئی بس اور زور نہیں چلتا اور وہ تیرے احکام کو نہایت حقارت آمیز طریق سے ٹھکرا رہے ہیں۔ مجھے تو بس اپنی ذات اور اپنے بھائی ہارون پر اختیار ہے اس لئے ہم حاضر ہیں۔ دعاء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھ صرف حضرت ہارون علیہ السلام

موضح قرآن ف اہل کتاب کو یہ قصہ سنایا اس پر کہ اگر تم رفاقت نہ کرو گے پیغمبر کی تو یہ نعمت اوروں کے نصیب ہوگی آگے اسی پر قصہ سنایا ہابیل و قابیل کا کہ حسد مت کرو حسد والا مردود ہے ۱۲ **ف** حضرت آدم کی اولاد ہونے لگی ایک حمل میں دو شخص بیٹا اور بیٹی اس وقت میں بہن بھائی کا نکاح روا تھا ضرورت کو۔ حضرت آدم تو بھی احتیاط کرتے ایک حمل کے بھائی بہن نہ ملاتے۔ ایک بیٹی حضرت آدم ہابیل کو دینے لگے اسی کو قابیل لگا مانگنے۔ انہوں نے دونوں کی خاطر رکھی کہا تم دونوں اللہ کی نیاز کرو۔ ہابیل جو نبی کے حکم پر تھا اس کی نیاز غیب سے آتش آکر جلا گئی یعنی قبول ہوئی قابیل کی نیاز چھوڑ گئی قابیل نے حسد سے ہابیل کو مار ڈالا۔ آخر یہ ڈالا۔ اب تک جہاں خون ناحق ہوتا ہے اس پر بھی ایک وبال پڑتا ہے۔

فتح الرحمٰن ف یعنی حکم کردیم کہ آں زمین منتفع نشوند چہل سال ۱۲ ف مترجم گوید یعنی ہابیل نیکو ترین گوسفند ہے نیاز بردازغیب آتشے ظاہر شد نخورد و قابیل بدترین گندم پیش آورد آتش نیاز او را قبول نہ کرد ایں سبب حسد شد واللہ اعلم ۱۲

ہی کا ذکر کیا ہے حالانکہ یوشع اور کالب بھی مخلص اور فرمانبردار تھے ان کا ذکر نہیں کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا اخلاص چونکہ ان کی گفتگو سے ظاہر ہو چکا تھا اس لئے انہوں نے ان کے دوبارہ ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ یہ سرکش بنی اسرائیل پر بددعا ہے یعنی اے اللہ ہمارے اور ان کے درمیان جدائی ڈال دے اور ہمیں ان کی صحبت سے نجات عطا فرما یا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اور ان کے حق میں وہ فیصلہ فرما دے جس کے ہم اور وہ مستحق ہیں یعنی فافصل بيننا وبينهم بان تحكم لنا بما نستحق وتحكم عليهم بما يستحقون وهو في معنى الدعاء عليهم ويحتمل ان يكون المراد خلصنا من صحبتهم ۵۵ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ الخ یہ حضرت موسیٰ کی مناجات کا جواب ہے فرمایا ان کے تمرد و سرکشی کی وجہ سے ہم نے ان کو یہ سزا دی ہے کہ وہ اب چالیس سال تک ارض مقدسہ میں داخل نہیں ہو سکیں گے اور زمین میں ذلت و رسوائی کے ساتھ در در کے دھکے کھاتے پھریں گے۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ يَتِيْهُوْنَ کے معنی ہیں وہ بے عزت اور خوار رہیں کے یہ معنی نہیں کہ وہ چالیس سال جنگل میں گھومتے رہیں گے اور انہیں راستہ نہیں ملیگا جیسا کہ عام تفسیروں میں لکھا ہے کیونکہ اس جنگل کا طول چالیس میل اور عرض پندرہ میل سے کچھ زائد بیان کیا گیا ہے۔ پھر اسی میدان تیہ میں جب بنی اسرائیل نے غلے اور ترکاری کا مطالبہ کیا تو ان کو حکم دیا گیا اِهْبِطُوْا مِصْرًا یعنی کسی شہر میں چلے جاؤ جب انہیں راستہ نہیں ملتا تھا تو پھر مصر جانے کا حکم کیوں دیا گیا۔ مفسر خازن وغیرہ نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کی تعداد اس میدان میں چھ لاکھ تھی اور روزانہ ستر ہزار مرتے تھے یہ بھی کذب محض اور اسرائیلیات سے ہے۔ نواب صدیق حسن خان نے تفسیر خازن کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ تفسیر کے لحاظ سے اچھی ہے لیکن واقعات کے اعتبار سے نصفه من الاكاذيب یعنی اس کا نصف جھوٹ ہے کیونکہ وہ یہود کی بہت سی محض جھوٹی باتیں نقل کرتا ہے۔ بنی اسرائیل کی ذلت و رسوائی کا یہ واقعہ بیان کر کے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ اگر انہوں نے بھی دشمن کے مقابلے میں بزدلی دکھائی اور جہاد سے انکار کر دیا تو وہ بھی ذلیل و خوار ہونگے ۵۶ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ الخ یہ دشمن کے مقابلے میں خاموش بیٹھ رہنے اور اس کے حملے کی مدافعت نہ کرنے کے نتیجے کا دوسرا نمونہ ہے۔ یہاں حضرت آدم علیہ السلام کے دو صلبی بیٹوں ہابیل اور قابیل کا واقعہ بیان فرمایا۔ قابیل نے ہابیل کو قتل کرنے کیلئے ہاتھ اٹھایا تو ہابیل نے اس کی مدافعت نہ کی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شہید کر دیا گیا اس سے مسلمانوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ دشمن کے مقابلے میں خاموش مت بیٹھو دشمن کے مقابلے میں جہاد کرو۔ نہ خود مقتول بنو نہ دوسرے مسلمانوں کو قتل ہونے دو اگر تم نے دشمن سے جہاد نہ کیا اور خاموش بیٹھے رہے تو مارے جاؤ گے جس طرح ہابیل خاموشی کی وجہ سے قابیل کے ہاتھوں مارا گیا ۵۷ فَطَوَّعَتْ لَهٗ الخ یعنی نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر خوشی سے آمادہ کر دیا اور اس کا قتل اس پر آسان اور سہل کر دیا ای فسهلته له ووسعته (روح ج ۶ ص ۱۱۴) قابیل نے ہابیل کو کیوں قتل کیا اصل وجہ عداوت کیا تھی اس کے بارے میں صحیح وہی ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہابیل نے نہایت اعلیٰ درجہ کا مینڈھا اللہ کی نیاز میں دیا وہ قبول ہو گیا اور قابیل نے ردی قسم کا اناج اللہ کی نذر کیا وہ قبول نہ ہوا اس وجہ سے اس کے دل میں ہابیل کے خلاف حسد پیدا ہو گیا ۵۸ لِيُرِيَهٗ الخ اس میں لام تعلیلیہ نہیں بلکہ یہ لام عاقبت ہے یعنی ایک کوا اڑتا ہوا آیا اور قابیل کے سامنے زمین کریدنے لگا

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ
اگر تو ہاتھ چلا دے گا مجھ پر مارنے کو میں نہ ہاتھ چلاؤں گا
يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ
تجھ پر مارنے کو میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو پروردگار ہے
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَ
سب جہان کا ف۱ میں چاہتا ہوں کہ تو حاصل کرے میرا گناہ اور
اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا
اپنا گناہ پھر ہو جاوے تو دوزخ والوں میں اور یہی ہے سزا
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ۚ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ
ظالموں کی ف۲ پھر اس کو راضی کیا اس کے نفس نے ۵۷ خون پر اپنے بھائی کے
فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ
پھر اس کو مار ڈالا سو ہو گیا نقصان اٹھانے والوں میں ۵۸ پھر بھیجا اللہ نے
غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ
ایک کوا جو کریدتا تھا زمین کو تاکہ اس کو دکھلاوے ۵۹ کس طرح چھپاتا
سَوْءَةَ اَخِيْهِ ۚ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ
ہے لاش اپنے بھائی کی بولا اے افسوس مجھ سے اتنا نہ ہو سکا کہ ہوں
مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ
برابر اس کوے کے کہ میں چھپاؤں لاش اپنے بھائی کی پھر لگا
مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ ۚ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى
پچھتانے ف۳ اسی سبب سے ۵۹ لکھا ہم نے
بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ
بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بلا عوض جان کے

موضح قرآن ف۱ اگر کوئی ناحق کسی کو مارنے لگے اس کو رخصت ہے کہ ظالم کو مارے اور اگر صبر کرے تو شہادت کا درجہ ہے ف۲ یعنی تیرے گناہ عمر کے تجھ پر ثابت رہیں اور میرے خون کا گناہ چڑھے اور میری عمر کے گناہ اتریں ف۳ اس سے پہلے کوئی انسان مرا نہ تھا کہ معلوم ہو مردے کا بدن کیا کرے قابیل ہابیل کو مار کر ڈرا کہ اس کا بدن پڑا رہیگا تو لوگ دیکھ کر مجھ کو پکڑیںگے اس کو پوٹ باندھ کر لئے پھرا کئی روز آخر اللہ نے ایک کوا بھیجا اس نے زمین کو کریدا اس کو دکھا کر اس سے یہ سمجھا کہ اس کے بدن کو دفن کرنا چاہئے اور نقل میں یوں آیا ہے کہ ایک کوے نے زمین کرید کر دوسرے کوے مردے کو دفن کیا اس نے دفن بھی دیکھا اور بھائی کی خیر خواہی دوسرے بھائی کے حق میں بھی دیکھی تب اپنے فعل سے پشیمان ہوا۔

فتح الرحمٰن ف مترجم گوید بعد کشتن ندانست تا چه گونه دفن کند جثه او را بر پشت نہادہ می گشت واللہ اعلم ۱۲

جس کا نتیجہ اور انجام یہ ہوا کہ اسے اپنے مقتول بھائی کی نعش چھپانے کی ترکیب سوجھ گئی ورنہ کوا غیب دان نہیں تھا کہ ہابیل کے قتل کا اسے علم تھا اور نہ قابیل کو دفن کرنے کا طریقہ سکھانے آیا تھا لام عاقبت کے لئے قرآن مجید میں عام مستعمل ہے جیسا کہ قصص ع ۱ میں ہے فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا یہاں لِيَكُوْنَ میں لام عاقبت کے لئے ہے **۵۹** مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ای من اجل ذلک الجزاء علیہ سے یعنی خاموش بیٹھے رہنے کی وجہ سے كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۔ كَتَبْنَا کا مفعول محذوف ہے یعنی القتال یعنی خاموش بیٹھنے میں چونکہ ذلت و رسوائی ہے اس لئے ہم نے بنی اسرائیل کو دشمن سے قتال کا حکم دیا اور کہا کہ خاموش مت بیٹھو بلکہ مخلوقِ خدا کو ظالم کے ظلم سے بچاؤ تم نے اگر ایک جان کو بچالیا تو گویا سب کو بچالیا اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ یہ فعل محذوف کا مفعول ہے ای وقلنا ۔ قالہ الشیخ روح اللہ رحمہ اللہ لیکن دیگر مفسرین نے كَتَبْنَا کا مفعول القصاص مقدر کیا ہے اور ذالک سے مذکورہ واقعہ قتل مراد لیا ہے یعنی قتل و خون ریزی کو روکنے کے لئے ہم نے قاتل سے قصاص لینا فرض قرار دیا ہے **۶۰** اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ الخ الذین یحاربون اللہ و رسولہ یعنی وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں یہ تعبیر اس پر شاہد ہے کہ اس سے مسلمان قطاع الطریق (ڈاکو) مراد نہیں ہیں بلکہ یہ آیت یہود قطاع الطریق کے حق میں ہے یعنی کفار کا مقابلہ کرو اور محاربین (یہود قطاع الطریق) سے قتال کرو تاکہ ان کو اپنے کئے کی سزا مل جائے وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ میں یہود قطاع الطریق کا ذکر تھا اب یہاں ان کی سزا بیان فرمائی ان هذه الاٰیة فی ھؤلاء الذین حکی اللہ تعالٰی عنھم من بنی اسرائیل انھم بعد ان غلظ اللہ علیھم عقاب القتل لعمد لعد وان فھم مسرفون فی القتل مفسدون فی الارض فمن اتی منھم بالقتل والفساد فی الارض فجزاءھم کذا وکذا ۔ (کبیر ج ۳ ص۵۹۳) ، **۶۱** اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا ۔ اگر وہ کسی کو قتل کریں تو انہیں قتل کیا جائے یا سولی پر لٹکایا جائے اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ اگر انہوں نے قتل نہ کیا صرف مال ہی لوٹا ہے تو یہ سزا ہوگی اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا یعنی اگر انہوں نے گرفتار ہونے سے پہلے شرک اور محاربہ اللہ و رسول سے توبہ کرلی ۔ لکن الذین تابوا من شرکھم وحربھم للہ ورسولہ الخ (خازن ج ۲ ص۳۹) تو حقوق اللہ معاف ہو جائیں گے مگر حقوق العباد کی تلافی لازم ہوگی فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے حقوق تو معاف کردیگا لیکن حقوق العباد میں گرفت فرمائے گا ۔

اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ
یا بغیر فساد کرنے کے ملک میں ف۱ تو گویا قتل کر ڈالا اس نے سب لوگوں کو
وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَ
اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو تو گویا زندہ کر دیا سب لوگوں کو اور
لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا
لا چکے ہیں ان کے پاس رسول ہمارے کھلے ہوئے حکم پھر بہت لوگ ان
مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّمَا
میں سے اس پر بھی ملک میں دست درازی کرتے ہیں ف۲ یہی
جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ
سزا ہے ف۶۰ ان کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور
يَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ
دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو ف۳ کہ ان کو قتل کیا جائے ف۶۱ یا
يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ
سولی چڑھائے جاویں یا کاٹے جاویں ان کے ہاتھ اور پاؤں
خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ
مخالف جانب سے ف۴ یا دور کر دیئے جاویں اس جگہ سے یہ ان کی رسوائی ہے
فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾
دنیا میں اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے ف۵
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ
مگر جنہوں نے توبہ کی تمہارے قابو پانے سے پہلے
فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۶ ف۵ اے

۵ ع ۸ ۹

۱ یعنی خاموش نہ بیٹھو بلکہ محاربین کو سزا دو ۱۲ ۔ ۲ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے حقوق معاف کردے گا اور حقوق العباد میں گرفت ہوگی ۱۲ ۔ ۳ یعنی نیک اعمال سے اللہ کا قرب حاصل کرو اور مجاہدین سے جہاد کرو ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی روئے زمین پر بڑا گناہ یہی ہوا اس سے آگے رسم پڑی ۔ اسی سبب سے توریت میں اس طرح فرمایا کہ ایک کو مارا جیسا سب کو مارا یعنی ایک کے کرنے سے اور دلیر ہوتے ہیں تو سب کے گناہ میں وہ اول بھی شریک ہے اور ایک کو جلایا تو جیسا سب کو جلایا یعنی ظالم کے ہاتھ سے بچادیا ۔ **ف۲** اول فرمایا کہ خون کرنا گناہ ہے مگر بدلے میں یا فساد کی سزا میں ۔ اب اس کا بیان کیا کہ جو کوئی لڑائی کرے اللہ و رسول سے یعنی حاکم کے مخالف ہو کر ملک کو غارت کرے ۔ وہ ہاتھ لگے تو سولی پر چڑھا کر ماریئے ۔ یا قتل کریئے ۔ یا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹئے ۔ یا قید میں ڈال رکھئے جیسی خطا ہو ویسی سزا **ف۳** اگر ایک شخص راہ لوٹتا تھا اب اس نے موقوف کیا اور اسباب اس کام کا دور کیا تو اس پر حد نہیں آتی ۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی قطع طریق دارند ۱۲ ف۲ یعنی چوں از ہابیل رسم قتل پیدا شد سر قتلی کہ در جہاں واقع شود اور ابدان مواخذہ میکنند وہمچنین در ہر زمانہ کسیکہ رسم کشتن نو میکند بحکم من سن سنۃ سیئۃ کان کہ کفل منہا در قتلی کہ بعد از وی آید شرکتی پیدا می نماید پس اینجا من اجل ذالک بجائی علی قیاس ذالک واقع شدہ است ۱۲ ف۳ یعنی قطع طریق میکنند ۱۲ ف۴ یعنی دست راست و پای چپ ۱۲ ف۵ یعنی حد ساقط است و حقوق آدمیان ساقط نیست ۱۲ ۔

۶۲ يَا يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ یعنی اللہ سے ڈرو اور نیک اعمال سے اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرو اور جہاد کرو اور اللہ کی حدود قائم رکھو یہ کام تقرب خداوندی کا بہت
بڑا ذریعہ ہیں۔ الْوَسِيْلَةَ یہ فَعِيْلَةٌ کے وزن پر ہے اور اس سے مراد ہر وہ عبادت قربت ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہو سکے خواہ وہ نماز روزہ ہو یا زکوٰۃ و حج یا جہاد و اقامت

اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ
ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ ۶۲ اور
جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۳۵) اِنَّ
جہاد کرو اس کی راہ میں تاکہ تمہارا بھلا ہو ۔ جو
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا
لوگ کافر ہیں ۶۳ اگر ان کے پاس ہو جو کچھ زمین میں ہے سارا
وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ
اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور ہو تاکہ بدلہ میں دیں اپنے قیامت کے
يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ
عذاب سے تو ان سے قبول نہ ہو گا اور ان کے واسطے عذاب
اَلِيْمٌ (۳۶) يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ
دردناک ہے چاہیں گے کہ نکل جاویں آگ سے ۶۴
وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اور وہ اس سے نکلنے والے نہیں اور ان کے لئے عذاب
مُّقِيْمٌ (۳۷) وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا
دائمی ہے اور چوری کرنیوالا مرد اور چوری کرنیوالی عورت ۶۵ کاٹ ڈالو
اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ
ان کے ہاتھ سزا میں ان کی کمائی کی تنبیہ ہے اللہ کی طرف سے
وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۳۸) فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ
اور اللہ غالب ہے حکمت والا پھر جس نے توبہ کی اپنے
ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ
ظلم کے پیچھے اور اصلاح کی تو اللہ قبول کرتا ہے اس کی توبہ بیشک

حدود۔ ابو وائل، حسن، مجاہد، قتادہ، عطار، سدی، ابن زید اور عبداللہ بن کثیر فرماتے ہیں الوسيلة هي القربة (قرطبی ج۶ ص ۱۵۹) یعنی وسیلہ کے معنی عبادت کے ہیں۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں هي فعيلة بمعنى ما يتوسل به ويتقرب الى الله عزو جل من فعل الطاعات وترك المعاصي (روح ج ۶ ص ۱۲۴) امام نسفی فرماتے ہیں هي كل ما يتوسل به ... ... فاستعيرت لما يتوسل به الى الله تعالى من فعل الطاعات وترك السيئات (مدارک ج ۱ ص ۲۱۹) حاصل یہ ہے کہ وسیلہ سے مراد نیک عمل ہے خواہ وہ عمل صالح کی بجا آوری ہو یا گناہ کا ترک ہو۔ وسیلہ کی پوری تحقیق سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ تو یہاں فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور نیک اعمال بجا لاؤ جہاد کرو اور اللہ کی حدیں قائم کرو ڈاکوؤں اور چوروں پر مقررہ حدیں جاری کرو۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اس میں بشارت اخروی کی طرف اشارہ ہے

۶۳ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ یہ ان لوگوں کے لئے تخویف اخروی ہے جو اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا احکام و حدود کی خلاف ورزی کریں قیامت کے دن اگر ان کو دنیا کی ساری دولت مل جائے اور وہ اسے فدیہ میں دے کر عذاب جہنم سے بچنا چاہیں تو نہیں بچ سکیں گے۔ ۶۴ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا الخ وہ جہنم سے نکلنے کی خواہش کریں گے مگر انہیں کبھی اس سے نکلنا نصیب نہیں ہو گا اور وہ جہنم کے دائمی عذاب میں مبتلا رہیں گے ۶۵ وَالسَّارِقُ الخ اس کا تعلق اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ سے ہے وہاں ان لوگوں کی سزا بیان فرمائی جو قتل و غارت گری کریں اور جبراً قہراً مال چھین لیں یہاں چور کی سزا بیان فرمائی یعنی جو چھپ کر مال چرا لے خواہ مرد ہو یا عورت اس کا ہاتھ کاٹ ڈالو۔ فَمَنْ تَابَ الخ چوری کرنے کے بعد جس نے سچی توبہ کر لی اور چوری کا مال مالک کو واپس لوٹا دیا یا اس سے معاف کرا لیا اور اگر مالک معلوم نہیں تو مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا تو ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمائیگا اور آخرت میں اس گناہ کی ان کو سزا نہیں دے گا۔ باقی رہی چوری کی حد یعنی ہاتھ کاٹنا تو یہ توبہ سے ساقط نہیں ہو گی

مراد ہر جو عمار نہیں بلکہ جو تمہارے ان پر بھی عمل کرو ۱

موضح قرآن ف ۱ یعنی رسول کی اطاعت میں جو نیکی کرو وہ قبول ہے اور بغیر اس کے اپنی عقل سے کرو سو قبول نہیں۔

اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿٣٩﴾ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلۡکُ

اللہ بخشنے والا مہربان ہے تجھ کو معلوم نہیں کہ ٦٦ اللہ ہی کے واسطے ہے

السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ وَ

سلطنت آسمان اور زمین کی عذاب کرے جس کو چاہے اور

یَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿٤٠﴾

بخشے جس کو چاہے اور اللہ سب چیز پر قادر ہے ف١

یٰۤاَیُّہَا الرَّسُوۡلُ لَا یَحۡزُنۡکَ الَّذِیۡنَ یُسَارِعُوۡنَ

اے رسول ٦٧ غم نہ کر ان کا جو دوڑ کر گرتے ہیں

فِی الۡکُفۡرِ مِنَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِاَفۡوَاہِہِمۡ

کفر میں وہ لوگ جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اپنے منہ سے

وَ لَمۡ تُؤۡمِنۡ قُلُوۡبُہُمۡ ۚۛ وَ مِنَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا ۚۛ

اور ان کے دل مسلمان نہیں اور وہ جو یہودی ہیں

سَمّٰعُوۡنَ لِلۡکَذِبِ سَمّٰعُوۡنَ لِقَوۡمٍ اٰخَرِیۡنَ ۙ

جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کیلئے ٦٨ ف٢ وہ جاسوس ہیں دوسری جماعت کے جو

لَمۡ یَاۡتُوۡکَ ؕ یُحَرِّفُوۡنَ الۡکَلِمَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَوَاضِعِہٖ ۚ

تجھ تک نہیں آئے ف٣ بدل ڈالتے ہیں بات کو ٦٩ اس کا ٹھکانا چھوڑ کر

یَقُوۡلُوۡنَ اِنۡ اُوۡتِیۡتُمۡ ہٰذَا فَخُذُوۡہُ وَ اِنۡ لَّمۡ

کہتے ہیں ٧٠ اگر تم کو یہ حکم ملے تو قبول کر لینا اور اگر یہ حکم نہ

تُؤۡتَوۡہُ فَاحۡذَرُوۡا ؕ وَ مَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ فِتۡنَتَہٗ فَلَنۡ

ملے تو بچتے رہنا اور جس کو اللہ نے گمراہ کرنا چاہا ٧١ سو تو

تَمۡلِکَ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ شَیۡئًا ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُرِدِ اللّٰہُ

اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا اللہ کے ہاں یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے نہ چاہا

ع ٣
الوقف علی الاول اجوز ١٢

منزل ٢

٦٦ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ الخ اس کا تعلق لَقَدۡ کَفَرَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ سے ہے ابتداء میں مسئلہ توحید اور شرک فی التصرف کی نفی کا بیان تھا اور یہی اصل مقصد سورت ہے اس کے تحت ان عیسائیوں پر کفر کا فتوی لگایا جو حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا شریک فی التصرف بناتے تھے اس کے بعد فرمایا اگر وہ تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے جہاد کرو اس لئے اب بُعدِ عہد کی وجہ سے اَلَمۡ تَعۡلَمۡ کی تعبیر سے اصل مسئلہ توحید اور نفی شرک فی التصرف کی یاد دہانی کرائی گئی جیسا کہ سورۂ بقرہ میں مختلف احکام بیان کرنے کے بعد رکوع ٣٢ میں اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ خَرَجُوۡا فرما کر ان لوگوں کے حال کی طرف متوجہ فرمایا جو موت کے ڈر سے گھر چھوڑ کر بھاگے تھے مگر پھر بھی موت سے بچ نہ سکے۔ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ خبر کی تقدیم افادۂ حصر کے لئے ہے یعنی آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے تمام تصرفات اور اختیارات بھی اسی کے قبضے میں ہیں نہ کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ کے قبضے میں وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ یہ بھی حصر پر محمول ہے یعنی ہر چیز پر قادر بھی صرف اللہ ہی ہے نہ کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ علیہما الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی یہ صفات مختصہ اس دعوے پر واضح دلیل ہیں کہ ساری کائنات میں مافوق الاسباب متصرف و مختار صرف اللہ ہی ہے اور تصرف میں اس کا کوئی شریک نہیں **فائدہ**: یہاں اگرچہ مقصود تو شرک فی التصرف کی نفی ہے لیکن اس کے ضمن میں شرک فعلی کی بھی نفی ہو رہی ہے کہ جب غیر اللہ مثلاً حضرت مسیح، ان کی والدہ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام ہر چیز میں متصرف اور ہر چیز پر قادر بھی نہیں تو پھر ان کے نام کی نیازیں بھی نہ دو اور ان کے لئے تحریمیں بھی نہ کرو یہاں تک سورت کا پہلا حصہ ختم ہوا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلیہ اور منافقین اور یہود کے لئے زجریں مذکور ہیں یہود کے علماء اور گدی نشین خود شرک اعتقادی اور شرک فعلی کرتے تھے اور منافقین یعنی رؤساء کا گروہ بھی دل سے ان کا ہی طرفدار تھا اس طرح یہ دونوں فریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے جن پر زجریں کی گئیں۔ یہ سلسلہ یٰۤاَیُّہَا الرَّسُوۡلُ الخ سے شروع ہو کر رکوع ٩ کے آخر سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ تک چلا گیا ہے۔ ٦٧ یٰۤاَیُّہَا الرَّسُوۡلُ الخ حصہ اول میں نفی شرک فعلی اور نفی شرک اعتقادی کے تفصیلی بیان کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی لَا یَحۡزُنۡکَ یعنی جو لوگ کفر و شرک کی طرف دوڑ دوڑ کر جا رہے ہیں ان کا رویہ آپ کو غم میں نہ ڈالے اور آپ کو پریشان نہ کرے اور یہ لوگ دو گروہ ہیں ایک منافقین دوم یہود مِنَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا الخ مِنۡ بیانیہ ہے اور یہ اَلَّذِیۡنَ یُسَارِعُوۡنَ کے پہلے گروہ کا بیان ہے یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی زبانوں سے تو ایمان لانے کا اقرار اور شرک فعلی اور شرک اعتقادی سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہے ان کے دلوں میں وہی کفر و شرک کی پلیدی موجود ہے زبان سے ایمان کا اقرار محض از راہ نفاق ہے وَ مِنَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا یہ مِنَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا پر معطوف ہے اور یہ اَلَّذِیۡنَ یُسَارِعُوۡنَ کے دوسرے فریق کا بیان ہے جو دونوں قسم کا شرک علانیہ کرتے تھے حضرت عزیر علیہ السلام کو مختار و متصرف جان کر

موضح قرآن ف یہ اس پر فرمایا کہ کوئی تعجب نہ کرے کہ کچھ کو تھوڑی خطا پر بڑی سزا فرمائی ف٢ بعضے منافق تھے کہ دل میں یہود سے ملے تھے اور بعضے یہود تھے کہ حضرت کے پاس آمد و رفت کرتے تھے اللہ نے فرمایا یہ لوگ جاسوسی کو آتے ہیں کہ تمہارے دین میں سے کچھ عیب چن کر لے جاویں اپنے سرداروں کے پاس جو یہاں نہیں آتے اور فی الحقیقت عیب کہاں ہے لیکن بات کو غلط تقریر کر کر ہنر کو عیب کرتے ہیں

فتح الرحمٰن ف١ مترجم گوید در تورات رجم زانی نازل شدہ بود و یہود تحریف کردہ روئے زانی را سیاہ کردن و چند تازیانہ زدن قرار دادند در زمان آنحضرت در میان ایشان زنا واقع شد زانی را پیش آنحضرت بدست منافقان و ذمیان فرستادند بقرار آنکہ اگر جلد فرمایند بکنیم و اگر رجم فرمایند نکنیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت رجم اظہار فرمودند و رجم کردند درین آیات اشارہ است بآن قصہ واللہ اعلم ١٢ ف٢ یعنی معتقد آن شدہ اند ١٢ ف٣ یعنی جاسوس حربیان اند واللہ اعلم ١٢

ان کی خوشنودی کے لئے ان کے نام کی نذریں نیازیں دیتے تھے۔ ٦٨ہ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ یہ هُمْ ضمیر محذوف کی خبر ہے۔ کذب (جھوٹ) سے وہ شرکیہ اعمال وعقائد مراد ہیں جو احبار و
رہبان بیان کرتے تھے یعنی وہ ان جھوٹی باتوں کو سنتے ہیں اور دل سے ان کو قبول کرتے ہیں حضرت شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں بڑے جاسوس جھوٹ کہنے کو سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ یہ
مبتدائے مقدر کی خبر ثانی ہے اور قوم اٰخرین سے یہود کے علماء اور رہبان (صوفی) مراد ہیں۔ یہ لوگ عوام یہودیوں کو بغرض جاسوسی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی مجلس میں بھیجتے تھے تاکہ وہ
آپ کی باتیں سن کر ان کو بتائیں والمراد انھم عیون علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لاولئك القوم (روح ج ٦ ص ١٣٦) لَمْ یَاْتُوْكَ یہ قوم کی صفت ہے
یعنی وہ ان لوگوں (احبار و رہبان) کے لئے جاسوسی کرتے ہیں جو آپ کی مجلس میں نہیں آتے۔ ٦٩ہ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ الخ
یہ بھی قوم کی صفت ہے الکلم سے کلام اللہ یعنی تورات مراد ہے علماء یہود تورات میں لفظی اور معنوی تحریف کرتے تھے ان کی تحریف سے نہ تورات کی وہ آیتیں محفوظ تھیں جن میں عقائد مذکور تھے نہ وہ جن میں احکام مذکور تھے۔ وہ توحید کے بجائے عوام کو شرک کی تعلیم دیتے تھے اور تورات کے بعض احکام وحدود بھی بدل دئے تھے مثلاً تورات میں شادی شدہ زانی اور زانیہ کی سزا رجم یعنی سنگسار کرنا تھی مگر انھوں نے رجم کا حکم چھپا ڈالا اور اس کی جگہ دروں کی سزا رائج کردی۔ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ای وضعوا الجلد مکان الرجم (کبیر ج ٣ ص ٥٩٥) ٧٠ہ یَقُوْلُوْنَ الخ
یہ بھی قوم کی صفت ہے یہود کے علماء اور سجادہ نشین اپنے پیروؤں کو محرف اور تبدیل شدہ عقائد اور احکام کی تعلیم دے کر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں بھیجدیتے تھے اور انہیں تاکید کرتے تھے کہ اگر فلاں معاملہ کے بارے میں پیغمبر نے یہ جواب دیا جو ہم نے تمہیں بتایا ہے تو اسے قبول کرلینا لیکن اگر اس نے اس کے خلاف کوئی بات کہی تو اس سے بچنا اسے ہرگز قبول نہ کرنا ان المحرفین القائلین ھم القوم الاٰخرون ای یقولون لاتباعھم السماعین لھم (روح ج ٦ ص ١٣٦) ان اوتیتم ھٰذا المحرف المزال عن مواضعه (مدارک ج ١ ص ٢٢٢) ٧١ہ وَ
مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ الخ اس سے پہلے یَقُوْلُوْنَ اور اس کے بعد سَمّٰعُوْنَ یہ دونوں قوم کی صفتیں ہیں درمیان میں یہ ادخال الٰہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے معاندین کو ہدایت نصیب نہیں ہوسکتی۔ فِتْنَتَهٗ اَیْ اِضْلَالَهٗ قَالَهُ الشَّیْخُ رحمہ اللہ تعالیٰ یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرنا چاہے آپ اسے کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتے نفع نقصان اور ہدایت وضلالت اللہ کے قبضہ میں ہیں اس کے سوا ان چیزوں پر کسی کا کوئی اختیار نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:- قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ

اَنْ یُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ ۚۖ وَّ
کہ دل پاک کرے ان کے ان کو دنیا میں ذلت ہے اور
لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿٤١﴾ سَمّٰعُوْنَ
ان کو آخرت میں بڑا عذاب ہے ف جاسوسی کرنے والے
لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ
جھوٹ بولنے کیلئے اور بڑے حرام کھانے والے سو اگر آویں وہ تیرے پاس
فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ
تو فیصلہ کردے ان میں یا منہ پھیر لے ان سے اور اگر
تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ یَّضُرُّوْكَ شَیْـًٔا ؕ وَاِنْ
تو منہ پھیر لے گا ان سے تو وہ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر
حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
تو فیصلہ کرے تو فیصلہ کر ان میں انصاف سے بیشک اللہ
یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ﴿٤٢﴾ وَكَیْفَ یُحَكِّمُوْنَكَ وَ
دوست رکھتا ہے انصاف کرنیوالوں کو ف اور وہ تجھ کو کس طرح منصف بنائیں گے اور
عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِیْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ یَتَوَلَّوْنَ
ان کے پاس تو توریت ہے جس میں حکم ہے اللہ کا پھر اسکے پیچھے پھرے
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿٤٣﴾ ع ٦/٩/١٠
جاتے ہیں اور وہ ہرگز ماننے والے نہیں ہیں ف
اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِیْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ
ہم نے نازل کی توریت کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے
یَحْكُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ
اس پر حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکم بردار تھے اللہ کے

موضح قرآن ف١ یہود میں کئی قصے ہوئے کہ اپنے قضایا حضرت پاس لائے فیصلے کو وہ سردار یہود آپ نہ آتے بیچ والوں کے ہاتھ بھیجتے اور کہہ دیتے کہ ہمارے معمول کے موافق حکم کریں تو قبول رکھو نہیں تو نہ رکھو غرض یہ تھی کہ حکم توریت کے خلاف معمول باندھے تھے ایک نبی اگر اس کے موافق حکم کردے تو ہم کو اللہ کے یہاں سند ہو جاوے اور جانتے تھے کہ ان کو توریت کی خبر نہیں جو ہمارا معمول سنیں گے سو حکم کرینگے اللہ تعالیٰ نے حضرت کو خبردار کیا موافق توریت ہی کے حکم فرمایا اور توریت میں سے ثابت کر کر ان کو قائل کیا۔ ایک قصہ رجم کا تھا کہ وہ منکر ہوئے تھے پھر توریت سے قائل کیا اور ایک قصاص کا تھا کہ وہ اشراف اور کم ذات کا فرق کرتے تھے اور توریت میں فرق نہیں رکھا ف٢ حضرت کے دل میں تردد تھا کہ ان کے مقدمے میں نہ بولوں تو ناخوش ہوں اور اگر اپنے دین پر فیصل کروں تو نا قبول رکھیں، اور اگر انکا معمول جاری کروں تو عنداللہ غلط ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اختیار ہے یا تغافل کرو ان کی ناخوشی کا خطرہ نہیں، یا حکم کرو تو اپنے دین کے موافق کرو۔ پھر حضرت نے وہی حکم فرمایا ان کو قائل کر کر۔

فتح الرحمٰن ف مترجم گوید یعنی اہل ذمہ اگر قضیۂ خویش باامام رفع کنند اگر خواہد حکم کند واگر خواہد بر علمائے ایشان مفوض نماید واللہ اعلم ١٢ منہ یعنی اگر غرض ایشاں طلب رضائی خدائے تعالیٰ بودے بر تورات عمل میکردند ولیکن غرض فاسد داشتند ١٢۔

نَفۡعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (اعراف ع ۲۳) ۲- قُلۡ لَّآ اَمۡلِكُ لَكُمۡ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا (جن ع ۲) ۳- لَا يَمۡلِكُوۡنَ لِاَنۡفُسِهِمۡ نَفۡعًا وَّلَا ضَرًّا
(رعد ع ۲) ۴- لَا يَمۡلِكُوۡنَ لِاَنۡفُسِهِمۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا (الفرقان ع ۱) **۵۷۲** لَهُمۡ فِى الدُّنۡيَا خِزۡىٌ یہ تخویف دنیوی ہے وَلَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ
یہ تخویف اخروی ہے **۵۷۳** سَمّٰعُوۡنَ لِلۡكَذِبِ الخ یہ پہلے سَمّٰعُوۡنَ سے بدل ہے اور اَكّٰلُوۡنَ لِلسُّحۡتِ کی زیادتی کے لئے اس کا اعادہ کیا گیا ہے السحت ای الحرام
وہ رشوتیں جو علماء یہود محرف مسائل پر عوام سے لیا کرتے تھے اور وہ نذرانے جو احبار و رہبان عوام کے دلوں میں نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ کا سکہ بٹھا کر ان سے وصول
کرتے تھے اور غیر اللہ کی نیازیں وغیرہ سب سحت میں داخل ہیں جیسا کہ علامہ شامی فرماتے ہیں ولم یثبت فی الشرع جواز الصرف للاغنیاء للاجماع علی حرمة النذر
للمخلوق ولا ینعقد ولا تشتغل الذمة به ولانہ حرام بل سحت (رد المحتار حاشیة الدر المختار ج ۲ ص ۱۳۵ مطبوعہ مجتبائی قبیل باب الاعتکاف)
اکالون للسحت وھو ما یاکلونه بدینھم (روح ص ۱۳۸ ج ۶) **۵۷۴** فَاِنۡ جَآءُوۡكَ الخ جاءوا کی ضمیر سے وہی مذکورہ یہود مراد ہیں یعنی جھوٹ کو پسند کرنے
والے۔ اللہ کے کلام میں تحریف کرنے والے، رشوتیں اور غیر اللہ کی نذریں نیازیں کھانے والے۔ یہاں تک ان کے یہ حالات بیان کئے۔ اس کے
بعد فرمایا اگر یہ یہودی قصاص، رہزنی، چوری، زنا اور دیگر حدود کا جھگڑا فیصل کرانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں تو آپ کو اختیار ہے کہ چاہے ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں یا ان سے
اعراض کریں۔ حضرت شیخ نے فرمایا فاحکم بینھم ای بالقصاص وغیرہ اس کے بعد لف و نشر غیر مرتب کے طور پر مذکورہ دونوں شقوں کے متعلق مزید دو باتیں بیان فرمائیں دوسری شق اعراض
کے بارے میں فرمایا وَاِنۡ تُعۡرِضۡ الخ اگر آپ ان سے اعراض کریں تو وہ آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں اگر اعراض سے مراد یہ ہو کہ آپ ان کے درمیان فیصلہ نہ فرما دیں تو
اس پر ایک شبہ وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ یہود سے ضرر کا خطرہ تو اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ آپ ان کے معاملے میں فیصلہ کریں اور وہ ان کے خلاف جائے لیکن اگر آپ فیصلہ کریں ہی نہیں تو پھر خطرے کا
سوال ہی کیا۔ اس لئے یہاں اعراض سے اعراض عن الحکم مراد نہیں بلکہ اعراض عن ابقاء العہد مراد ہے۔ ای وان لم یسلموا حکمك فاعرض عنھم وعن معاھدتھم و
قُل لھم نحن نقاتل معکم۔ یہود رہزنی اور قتل و غارت کرتے تھے پھر اپنے علماء کے پاس جا کر فدیہ اور نذرانہ وغیرہ دے کر اپنی جانیں بچا لیتے اور قانون کی گرفت سے محفوظ ہو
جاتے تھے اب وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بھی فدیہ وغیرہ دے کر اپنے کو بچانے کی کوشش کرنے لگے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ عین شریعت کے مطابق
فیصلہ فرمائیں پھر اگر وہ آپ کے فیصلے سے اعراض کریں اور اسے نہ مانیں تو آپ صاف فرما دیں کہ میرا تم سے کوئی معاہدہ نہیں بلکہ ہم تم سے جہاد کریں گے۔ تو اس صورت میں وہ آپ کا کچھ نہیں
بگاڑ سکیں گے اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہے **۵۷۵** وَاِنۡ حَكَمۡتَ الخ یہ مذکورہ دو باتوں میں سے پہلی بات سے متعلق ہے یعنی اگر آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ہمیشہ عدل و انصاف سے
کریں، ان کی خواہشات کی پیروی ہرگز نہ کریں اور اس سے بھی ہوشیار رہیں کہیں وہ اپنی چکنی چپڑی باتوں اور فریب کارانہ چالوں سے آپ کو حق و انصاف سے ہٹا نہ دیں۔ جیسا کہ رکوع ۷ میں ان
دونوں باتوں کی تفصیل فرمائی (۱) فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الۡحَقِّ اور (۲) وَاَنِ احۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَلَا
تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ وَاحۡذَرۡهُمۡ اَنۡ يَّفۡتِنُوۡكَ الخ **۵۷۶** وَكَيۡفَ يُحَكِّمُوۡنَكَ الخ استفہام تعجب کے لئے ہے (روح) یہاں یہود کے رویے پر دوہرے تعجب کا اظہار
فرمایا۔ تعجب ہے یہ لوگ اپنے معاملات کے مقدمے آپ کے پاس کیوں لاتے ہیں حالانکہ ان کے پاس اللہ کی کتاب تورات موجود ہے اس میں ان کے مقدمات کے فیصلے بھی موجود ہیں پھر اس
پر تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ اس کے باوجود جب آپ کے پاس اپنے مقدمات لے کر آتے ہیں پھر آپ کے فیصلوں سے اعراض کرتے ہیں وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ - ان کا تو تورات
پر بھی ایمان نہیں جس پر ایمان لانے کے وہ بڑے مدعی ہیں اگر تورات پر ان کا ایمان ہوتا تو اس کے احکام پر عمل کرتے اور قرآن پر بھی ایمان لے آتے جو تورات کے احکام کی تصدیق کرتا ہے وَمَآ اُولٰٓئِكَ
بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ بشیء من کتاب اللہ تعالیٰ لا بالتوراة والا لعملوا بھا وامنوا بما یصدقه ویوافقه ولا بکتابك (مظہری ج ۳ ص ۱۲۲) **۵۷۷** فِيۡهَا حُكۡمُ اللّٰهِ -
حکم اللہ سے قتل اور قطع الطریق کا حکم یعنی قصاص وغیرہ مراد ہے جیسا کہ وَكَتَبۡنَا عَلَيۡهِمۡ فِيۡهَآ اَنَّ النَّفۡسَ بِالنَّفۡسِ الخ اس پر شاہد ہے۔

فائدہ اس سے پہلے یہود قطاع الطریق اور قتل و غارت گری سے زمین پر فساد برپا کرنے والوں کی سزاؤں کا ذکر تھا اس لئے اس مناسبت سے حکم اللہ سے یہاں تمام حدود مراد ہیں صرف
زنا کی سزا ہی مراد نہیں اور ان آیتوں کے شان نزول کے طور پر یہودی مرد و زن کے زنا کا جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے وہ بھی بلا شبہ اس آیت کے تحت داخل ہے لیکن آیت کا محل اس واقعہ پر موقوف نہیں
۵۷۸ اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ قسط اور حق کے مطابق فیصلے کریں جس سے مراد یہ تھی کہ آپ اللہ کے نازل کردہ قرآن کے مطابق فیصلے فرمائیں
یہاں فرمایا ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتاری جو سراپا ہدایت اور روشنی تھی تاکہ وہ اور ان کے بعد آنیوالے اسرائیلی نبی اور احبار و رہبان اس پر عمل کریں اور اس کے مطابق اپنے جھگڑے چکائیں۔
چنانچہ تمام اسرائیلی نبی اور تمام سچے صوفی اور درویش اور تمام علماء صادقین جو بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام کے بعد گذرے وہ تورات کے احکام پر عمل کرتے رہے کیونکہ اللہ کی کتاب تورات
کی تعلیمات کی حفاظت اور ان کی ترویج کی ذمہ داری ان پر ڈالی گئی تھی اور وہ اس کے عالم تھے اور اس کی تعلیمات کے نگران تھے اَلَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا یہ النَّبِيُّوۡنَ کی صفت مادحہ
ہے یعنی اللہ کے فرمانبردار نبی الذین اسلموا ھھنا نعت فیه معنی المدح مثل بسم اللہ الرحمن الرحیم (قرطبی ج ۶ ص ۱۸۸) الذین ھادوا یہ جار مجرور یحکم کے متعلق ہے ھادوا ای
تَابُوۡا مِنَ الۡكُفۡرِ (روح، مظہری، قرطبی) یعنی جو لوگ کفر سے تائب ہو چکے تھے مراد وہ لوگ ہیں جو تورات کی تعلیمات پر عمل کرتے تھے۔ اَلرَّبّٰنِيُّوۡنَ - الربانی کی جمع ہے یعنی اللہ والے اور
اس سے اس وقت کے صوفی اور تارک الدنیا درویش مراد ہیں۔ احبار - حبر کی جمع ہے یعنی بہت بڑا عالم الربانیون ای الصوفیة الزھاد ..... والاحبار جمع حبر ..... ھو
العالم المحکم للشیء (مظہری ج ۳ ص ۱۲۳) بما میں ب سببیہ ہے۔ کتاب اللہ سے تورات مراد ہے شُهَدَآءَ شہید کی جمع ہے جس کے معنی یہاں نگراں، خبردار اور بیان کرنے والے کے ہیں
شھداء رقباء یعلمونه ویبینونه (مظہری ج ۳ ص ۱۲۴) رقباء یحمونه من ان یحوم حول حماہ التغییر والتبدیل بوجه من الوجوہ (روح ص ۱۴۴ ج ۶)

ف۷۹ اس میں خطاب علماء اور رؤساء یہود سے ہے (روح م) جب انبیاء علیہم السلام، ربانیون اور احبار تورات پر عمل کرتے چلے آئے ہیں اور کوئی ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکا تو اے علماء اور رؤسائے یہود تم لوگوں سے کیوں ڈرتے ہو۔ تم کسی سے مت ڈرو اور صرف مجھ ہی سے ڈرو اور تورات میں میں نے جو احکام نازل کئے ہیں ان پر عمل کرو اور ان میں تحریف اور تغیر و تبدل مت کرو ف۸۰ میری آیتوں کو چھپا کر اور ان میں تحریف کر کے ان کے عوض دنیا کی حقیر دولت مت حاصل کرو، حکومت کے دباؤ سے، اقتدار یا دولت کے لالچ میں میرے دین سے روگردانی مت کرو اور حق بیان کرنا اور صداقت کا اعلان کرنا مت ترک کرو۔ ایصال ثواب کے لئے تلاوت قرآن کی اجرت لینے کی ممانعت بھی اس آیت سے مفہوم ہوتی ہے ف۸۱ یہ ان علماء اور رؤساء یہود کے لئے وعید شدید ہے جو تورات پر عمل نہ کریں اور معاملات کا فیصلہ اس کے احکام کے مطابق نہ کریں۔ ایسے لوگوں کو کافر قرار دیا حالانکہ عمل نہ کرنا ایک عملی کوتاہی ہے جس سے آدمی کافر نہیں ہو جاتا اس لئے عمل نہ کرنے اور اس کے مطابق فیصلے نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے احکام کی صداقت اور حقانیت کا اعتقاد نہ رکھے اس طرح یہاں عمل نہ کرنے کا کامل درجہ مراد ہے الحکم وان کان شاملا لفعل القلب والجوارح لکن المراد بہ ھنا عمل القلب وھو التصدیق ولا نزاع فی کفر من لم یصدق بما انزل اللہ تعالیٰ (روح ص۱۴۵ ج ۶) اور مسند احمد میں ہے۔ من لم یحکم ای لم یعتقد یہ حکم اور اسی طرح آئندہ احکام یعنی جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام پر اعتقاد نہ رکھیں اور ان پر عمل نہ کریں وہ کافر ہیں، ظالم ہیں اور فاسق ہیں یہ یہود و نصاریٰ ہی سے مخصوص نہیں ہیں اگر اہل اسلام قرآن مجید میں اور احادیث میں اللہ اور رسول کے بیان کردہ احکام پر اعتقاد نہ رکھیں اور ان پر عمل نہ کریں تو ان کا بھی یہی حال ہے ف۸۲ یہ تورات میں قصاص کے حکم کا ذکر ہے۔ یعنی ہم نے تورات میں یہود پر قصاص نفس اور قصاص اطراف اور قصاص جروح کو فرض قرار دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ مقتول کے بدلے قاتل کو قتل کیا جائے اور اگر کوئی شخص دوسرے شخص کا عضو کاٹ ڈالے تو اس کا بھی وہ عضو کاٹا جائے اور اگر کوئی کسی کو زخمی کر دے تو اسے بھی زخمی کیا جائے مگر انہوں نے ان حدود کو قائم نہ کیا اور امیر و غریب اور شریف و خسیس کا امتیاز قائم کر دیا وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ اصل میں ذَاتُ قِصَاصٍ تھا مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا فَمَنْ تَصَدَّقَ الخ جس نے اپنا قصاص معاف کر دیا وہ اس کے لئے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔ ف۸۳ یہاں ان لوگوں کو ظالم فرمایا جو تورات میں نازل شدہ اللہ کے احکام قصاص پر عمل نہ کریں جیسا کہ یہود کے علماء کیا کرتے تھے وہ شرفاء اور رؤساء کو ادنیٰ حیثیت کے لوگوں اور غریبوں کے قصاص میں قتل نہیں کرتے تھے اس طرح مظلومین کی حق تلفی ہوتی تھی۔ ایک تو وہ ظالم تھا جس نے کسی بیچارہ انسان پر ظلم کیا لیکن جب علماء یہود نے مظلوم کو ظالم سے اس کا حق نہ دلوایا تو وہ بھی ظالم ٹھہرے۔ ف۸۴ پہلے یہود کو تورات دینے اور اس کے احکام پر سختی سے عمل کرنے کی تاکید کا ذکر تھا یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل کرنے کا ذکر فرمایا اور ساتھ علماء نصاریٰ کو انجیل پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی مُصَدِّقًا یہ عیسیٰ سے حال واقع ہے۔ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک طرف تورات کے تصدیق کنندہ تھے اور دوسری طرف خود بھی صاحب کتاب تھے ان کو ہم نے انجیل دی جس میں تورات کی طرح ہدایت کی روشنی تھی وَمُصَدِّقًا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام تورات کے احکام کی تصدیق کرتے تھے اسی طرح انجیل بھی تورات کی مصدق تھی۔

هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا

یہود کو اور حکم کرتے تھے درویش اور عالم اس واسطے کہ وہ نگہبان ٹھہرائے گئے تھے

مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا

اللہ کی کتاب پر اور اس کی خبر گیری پر مقرر تھے ف۷۹ سو تم نہ

تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا

ڈرو لوگوں سے ف۸۰ اور مجھ سے ڈرو اور مت خریدو

بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ

میری آیتوں پر مول تھوڑا ف۸۰ اور جو کوئی حکم نہ کرے ف۸۱ اس کے

اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَ

موافق جو کہ اللہ نے اتارا ہو وہی لوگ ہیں کافر اور

كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَ

لکھ دیا ہم نے ان پر اس کتاب میں ف۸۲ کہ جی کے بدلے جی ف۸۲ اور

الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ

آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے

بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ

بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ ان کے برابر

فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ

پھر جس نے معاف کر دیا تو وہ گناہ سے پاک ہو گیا اور جو کوئی

لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

حکم نہ کرے اس کے موافق ف۸۳ جو کہ اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى

ظالم اور پیچھے بھیجا ہم نے انہی کے قدموں پر عیسیٰ کو

فتح الرحمٰن ص۱ یعنی بقطع معلوم کردہ بودند کہ حکم الٰہی است واللہ اعلم ۱۲ ص۲ یعنی بعوض او باید گذشت ۱۲

۸۵ اہل انجیل سے علماء نصاری مراد ہیں جو انجیل کے عالم تھے فرمایا علماء انجیل کو چاہئے کہ وہ ان تعلیمات پر عمل کریں جو اللہ تعالیٰ نے انجیل میں نازل فرمائی ہیں۔ جو لوگ انجیل میں اللہ کے نازل کردہ احکام پر عمل نہ کریں وہ فاسق اور اللہ کے نافرمان ہیں۔ یا اس سے درجہ کامل مراد ہے ای المتمردون الخارجون عن حکمہ او عن الایمان (روح ص۱۵۱ ج ۶)

۸۶ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے علماء یہود و نصاری کو تورات و انجیل پر عمل کرنے کی تاکید کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ پر بھی ہم نے ایک کتاب نازل کی ہے جو ہر لحاظ سے کامل اور حق و صداقت بیان کرتی ہے اور پہلی کتابوں میں مذکور عقائد اور اصولی احکام اور اخلاق کی تصدیق کرتی ہے۔ اَلْکِتٰبَ میں الف لام عہد کے لئے ہے اور اس سے قرآن عظیم مراد ہے ای الفرد الکامل الحقیق بان یسمی کتابا علی الاطلاق لتفوقه علی سائر الکتب السماویة وهو القرآن العظیم فاللام للعهد (روح) مِنَ الْکِتٰبِ۔ مِنْ بیانیہ ہے اور یہ مَا کا بیان ہے اور الف لام جنس کے لئے ہے اس سے مراد وہ تمام کتب سماویہ ہیں جو قرآن مجید سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ من الکتاب ای کل کتاب نزل من السماء سوی القرآن (کبیر ج ۳ ص۶۰)

۸۷ علیه کی ضمیر مَا کی طرف راجع ہے مُهَيْمِنًا ای رقیبا و حافظا۔ (روح، قرطبی، کبیر وغیرہ) چونکہ قرآن مجید خود ہر قسم کی تحریف و تغیر سے محفوظ اور نسخ و تبدل سے مامون ہے اس لئے وہ پہلی تمام آسمانی کتب کا محافظ اور ان کی تعلیمات کا نگران ہے۔ قرآن ایک آسمانی معیار ہے اس کے ذریعے پہلی کتابوں کی محرف اور غیر محرف تعلیمات و احکام کا یقینی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ قرآن میں چونکہ اصول شرائع اور عقائد محفوظ ہو چکے ہیں اس لئے اس سے پہلی کتابوں کے منسوخ اور غیر منسوخ احکام کا بھی سراغ لگایا جا سکتا ہے قال الخلیل وابو عبیدة ای رقیبا علی سائر الکتب السماویة المحفوظة عن التغییر حیث یشهد لها بالصحة والثبات و یقرر اصول شرائعها وما یتأبد من فروعها و یبین احکامها المنسوخة (روح ص۱۵۲ ج ۶) ۸۸ یہ وَاِنْ حَکَمْتَ فَاحْکُمْ الخ کی تفصیل ہے یعنی جب ہم نے آپ کو ایسی خوبیوں والی کتاب دی ہے تو جب اہل کتاب اپنے جھگڑے آپ کے پاس لے کر آئیں تو آپ اس عظیم الشان کتاب کے مطابق ان کا فیصلہ فرمائیں اور ان کی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کریں۔ اَهْوَآءَ سے مراد علماء اہل کتاب کے خود ساختہ احکام ہیں جو انہوں نے تورات و انجیل میں تحریف کر کے از خود گھڑ لئے تھے۔ ای آراءهم التی اصطلحوا علیها و ترکوا بسببها ما انزل اللہ علی رسوله (ابن کثیر ج ۲ ص۶۶) عَمَّا۔ حرف جار متضمن معنی اعراض و عدول لَا تَتَّبِعْ کے متعلق ہے ای لا تتبع

ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ

مریم کے بیٹے کو تصدیق کرنے والا توریت کی جو آگے سے تھی

وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّ

اور اس کو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور روشنی تھی اور

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى

تصدیق کرتی تھی اپنے سے اگلی کتاب توریت کی اور راہ بتلانیوالی

وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۭ﴿٤٦﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ

اور نصیحت تھی ڈرنے والوں کو اور چاہئے کہ حکم کریں ۸۵ انجیل والے

بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے اس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے موافق اسکے جو کہ اتارا اللہ نے

فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ

سو وہی لوگ ہیں نافرمان اور تجھ پر اتاری ہم نے

الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ

کتاب ۸۶ سچی تصدیق کرنے والی سابقہ

الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ

کتابوں کی اور ان کے مضامین پر نگہبان ۸۷ سو تو حکم کر ان میں ۸۸ موافق اسکے

اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ عَمَّا جَاۗءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۭ

جو اتارا اللہ نے اور ان کی خوشی پر مت چل چھوڑ کر سیدھا راستہ جو تیرے پاس آیا

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ

ہر ایک کو دیا تم میں سے ہم نے ایک دستور اور راہ ۸۹ اور اللہ

اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ

چاہتا تو تم کو ایک دین پر کر دیتا ۹۰ لیکن تم کو آزمانا چاہتا ہے

مرا یعنی توریت و انجیل کے بعد یہ آخری کتاب آپ پر اس لئے اتاری گئی تاکہ آپ اللہ کے احکام صاف صاف بیان فرمائیں ۱۲ سر یہ رکوع ۶ میں مذکور بالقسط

۱۲ ای معرضا عما جاءک ۱۲ سر یعنی ایمان جبری مطلوب نہیں ورنہ ثواب و عقاب اور امتحان نہ ہوتا یہ بات کہیں نہیں بھی ملحوظ ہوگی بغرض انتظام ۱۲

اهواءهم عادلا او معرضا) عَمَّا جَآءَكَ (روح و مدارک ج ۱ ص۲۲۲) یعنی آپ کے پاس جو حق آچکا ہے اس سے اعراض کرتے ہوئے آپ ان کی خواہشات کا اتباع نہ کریں ۸۹ شرعة و منهاجا دونوں لفظ متحد المعنی ہیں دونوں کے معنی راستے کے ہیں اور دونوں سے مراد دین ہے اسے شرعة ظہور و وضوح کے اعتبار سے اور منہاج اس پر چلنے کے اعتبار سے کہا جاتا ہے بعض مفسرین نے دونوں میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ شرعة سے احکام فرعیہ اور منہاج سے احکام اعتقادیہ مراد ہیں مگر علامہ آلوسی نے اس کو پسند نہیں کیا وقیل الشرعة الاحکام الفرعية والمنهاج الاحکام الاعتقادية فلیس بشیء (روح ص۱۵۶ ج ۶)۔ یہاں اہل کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی ترغیب دی فرمایا ہر امت کے لئے ہم نے دین مقرر کیا تاکہ وہ اس پر عمل کریں۔ جو لوگ ایک پیغمبر کے زمانے میں ہوتے ہیں وہ اس کی امت کہلاتے ہیں اور ان پر اس کے دین کی پیروی لازم ہوتی ہے اس کے بعد جب دوسرا پیغمبر آجائے تو اس کی آمد سے امت بدل جائے گی اور اب اس کا دین واجب الاتباع ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک

فتح الرحمن ۱ یعنی تحریف را از غیر تحریف جدا می سازد ۱۲۔

لوگوں کے لئے تورات کو دین مقرر کیا گیا اس کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک انجیل دین کا دستور العمل تھی پھر حضور علیہ السلام کی بعثت سے تورات وانجیل منسوخ ہوئیں اور تمام بنی آدم کے لئے قرآن مجید شرعہ اور منہاج قرار پایا اور سب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے قرآن اور دین کا ماننا لازم اور فرض ہوا یہود اور نصاریٰ پر تورات اور انجیل پر عمل کرنا اس وقت ضروری تھا جب وہ قرآن کی آمد سے پہلے منسوخ نہیں ہوئی تھیں استئناف جیء بہ لحمل اھل الکتاب من معاصریہ صلے اللہ علیہ وسلم علی الانقیاد لحکمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بما انزل اللہ تعالیٰ الیہ من الحق (روح وابوالسعود ج ۲ ص ۵۹)

ف۹۰ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو جبراً تمام لوگوں کے دلوں میں ایمان داخل کر کے اور ان کو دینِ توحید پر قائم کر کے ایک ہی امت بنا دیتا اور ان میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہ ہوتا لیکن یہ چیز اس کی حکمت کے خلاف تھی کیونکہ اس طرح ان کی آزمائش نہیں ہو سکتی تھی اس لئے اس نے بندوں کو اختیار دے دیا تاکہ وہ خدا داد عقل وشعور سے سوچ سمجھ کر اپنی مرضی سے جو چاہیں راستہ اختیار کریں اس طرح ان کا امتحان ہو جائے گا کہ ان میں سے کون نیکی کی طرف دوڑتا ہے اور کون برائی اختیار کرتا ہے اس دور ابتلاء (دنیا) کے بعد آخرت میں سب اللہ کے سامنے حاضر کئے جائیں گے اور وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزاء وسزا دے گا۔ قرآن مجید میں اکثر جگہوں میں تمام لوگوں کو ایک دین پر جمع نہ کرنے کی حکمت بیان نہیں کی گئی اس مقام کے قرینے سے ان تمام جگہوں میں یہ حکمت ملحوظ ومقدر ہوگی۔ مثلاً وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً (ہود ع ۱۰) اور شوریٰ ع ۱ میں فرمایا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً اور سورۂ رعد ع ۴ میں ہے وَلَوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِیْعًا اسی طرح سورۂ سجدہ ع ۲ میں ارشاد ہے وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا ان تمام آیتوں میں وَلٰكِنْ لِّیَبْلُوَكُمْ کی قید ملحوظ ہوگی۔ ف۹۱ یہ اُمُرْكَ محذوف کا مفعول ہے یا یہ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ میں اَلْكِتٰبَ پر معطوف ہے یعنی جس طرح ہم نے آپ پر کتاب نازل کی اسی طرح یہ امر بھی نازل کیا وَاحْذَرْهُمْ الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبردار کیا کہ آپ یہود کے مکر وفریب سے ہوشیار رہیں کہیں وہ آپ کو کسی معاملہ میں صحیح فیصلے سے بھٹکا نہ دیں۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا الخ اگر وہ آپ کے فیصلے کو نہ مانیں تو آپ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا ہی میں ان کے گناہوں کی سزا دینا چاہتا ہے چنانچہ یہود کو اپنی سرکشی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی دنیا میں بھی سزا مل گئی کچھ قتل ہوئے، کچھ جلاوطن ہوئے۔ اور کچھ ذلت کے ساتھ جزیہ قبول

فِیْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ

اپنے دیئے ہوئے حکموں میں سو تم دوڑ کر لو خوبیاں ف۱ اللہ کے پاس تم سب کو

جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ

پہنچنا ہے پھر جتا دے گا جس بات میں تم کو اختلاف تھا

وَ اَنِ احْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ

اور یہ فرمایا کہ حکم کر ف۹۱ ان میں موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے اور مت چل

اَهْوَآءَهُمْ وَ احْذَرْهُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ

ان کی خوشی پر اور بچتا رہ ان سے کہ تجھ کو بہکا نہ دیں کسی ایسے

بَعْضِ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ

حکم سے جو اللہ نے اتارا تجھ پر پھر اگر نہ مانیں تو جان لے کہ

اَنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّصِیْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ

اللہ نے یہی چاہا ہے کہ پہنچا دے ان کو کچھ سزا ان کے گناہوں کی

وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُكْمَ

اور لوگوں میں بہت ہیں نافرمان اب کیا حکم

الْجَاهِلِیَّةِ یَبْغُوْنَ ؕ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ

چاہتے ہیں کفر کے وقت کا ف۹۲ اور اللہ سے بہتر کون ہے ف۹۳

حُكْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

حکم کرنے والا یقین کرنے والوں کے واسطے ف۳ اے ایمان والو

لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ ؔۘ بَعْضُهُمْ

مت بناؤ ف۹۴ یہود و نصاریٰ کو دوست وہ آپس میں

اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ

دوست ہیں ایک دوسرے کے اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے ان سے تو وہ انہی میں ہے

کرنے پر مجبور ہوئے ای یعذبھم بالجلاء والجزیۃ والقتل وکذٰلک کان (قرطبی ج ۶ ص ۲۱۴) فائدہ۔ پہلے رکوع ۶ میں فرمایا فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ پھر اسی آیت میں بِالْقِسْطِ کی قید بڑھا کر فرمایا فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اس کے بعد رکوع ۷ میں بِالْقِسْطِ کی جگہ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فرما کر واضح کر دیا کہ قِسْطٌ سے اللہ کے نازل کردہ احکام مراد ہیں اور ساتھ ہی وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود کی خواہشات کی پیروی کرنے سے منع فرمایا پھر اس سے اگلی آیت میں وَاحْذَرْهُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْكَ کا اضافہ فرما کر آپ کو خبردار کیا کہ آپ ان کے مکر وفریب سے بچے رہیں وہ آپ کو سرمایہ داروں اور اپنے مریدوں اور پیروکاروں کے ذریعے کسی فتنے اور چال میں الجھا کر حق کے خلاف فیصلہ کرانے کی کوشش کریں گے ف۹۲ یہود قطاع الطریق قتل ورہزنی کرتے تھے اور قتل کے بدلے فدیہ دے کر قصاص سے جان بچا لیتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی ان کی یہی کوشش تھی کہ

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی اتباع فرمان الٰہی در شریعت پیغامبر زمان ۱۲ ف۲ مترجم گوید حاصل این آیات الزام است بر اہل کتاب ، باوجود التزام کتاب بر حسب آن عمل نمی کنند و درین آیات بیان آنست کہ ہر فرقہ را شریعتی دادہ اند وبعد نزول قرآن بجز متابعت آن جائز نیست واللہ اعلم ۱۲ ۔

مال دے کر قتل سے بچ جائیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تو بالکل وہی جاہلیت کا فیصلہ ہے کیا یہ لوگ آخر الزمان پیغمبر کے سامنے بھی وہی جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں۔
فائدہ قال الشیخ قدس سرہٗ اگر غور سے دیکھا جائے تو ابتدائے سورت سے لے کر یہاں تک یہود قطاع الطریق کے متعلق آیات تھیں، ابتدا میں کہا گیا اگر تم نے قدیم بغض کی بنا پر ان مسلمانوں کی معاونت اور امداد نہ کی اور ان قطاع الطریق کو ان سے نہ روکا تو یہ معاونت علی الظلم شمار ہوگی اب ان آیتوں میں بھی ان قطاع الطریق ہی کا ذکر ہے **۹۳** لِقَوْمٍ میں لام بمعنی عِنْدَ ہے۔ جو فیصلہ یہود چاہتے ہیں وہ سراسر جاہلیت کا فیصلہ ہے اور جو فیصلہ خدا کا پیغمبر صادر کرتا ہے وہ در حقیقت اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور جو لوگ اللہ پر، اللہ کے رسول پر، اللہ کی کتاب پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے جو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے صادر ہوتا ہے، بہتر کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ **۹۴** یہود و نصاریٰ کی خباثتیں اور ان کی بداعمالیاں ذکر کرنے کے بعد مسلمانوں کو ان سے ترک موالات کا حکم دیا کہ ان سے دوستی نہ کرو اور نہ باہمی تعاون اور امداد کا ان سے کوئی معاہدہ کرو بلکہ آپس میں دوستی اور محبت بڑھاؤ۔ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں یہود آپس میں اور نصاریٰ آپس میں لیکن تمہارے دشمن ہیں اس لئے ان سے خیر خواہی یا بھلائی کی توقع مت رکھو۔ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ الخ جو ان سے دوستی کرے گا وہ بھی انہی میں کا ہوگا یہ بطور زجر و توبیخ فرمایا۔ وَهُوَ مخرج مخرج التشديد والمبالغة في الزجر (روح ج ۶ ص ۱۵۵) بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ سے موالات کی وجہ سے انہی جیسے کفار مجاہرین ہو جائیں گے **۹۵** مَرَضٌ یعنی نفاق کی بیماری۔ اس سے مراد منافقین ہیں اور یہ منافقین پر شکوی ہے۔ دَآئِرَةٌ یعنی کوئی حادثہ اور مصیبت منافقین دوڑ دوڑ کر یہود و نصاریٰ کی طرف جاتے ہیں اور انہوں نے در پردہ ان سے دوستی گانٹھ رکھی ہے اور عذر یہ پیش کرتے ہیں کہ اگر وہ ان سے موالات نہ کریں تو وہ ان کو مالی مشکلات اور دیگر دنیوی مصائب سے دوچار ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ یہود و نصاریٰ کی طرف سے ان کو مالی امداد ملتی تھی لِاَنَّهُمْ كانوا اهل ثروة وكانوا يعينونهم على مهماتهم ويقرضونهم۔ (کبیر ج ۳ ص ۶۱۱) **۹۶** عَسٰی کی نسبت جب اللہ کی طرف ہو تو وہ حتمی وعدے کے لئے ہوتا ہے یعنی ایسا ضرور ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو اس کے دشمنوں (یہود و نصاریٰ) پر فتح دے گا یا اپنے رسول کو منافقین کے نفاق اور ان کے پوشیدہ اسرار ظاہر کرنے کا حکم دیدے گا تو منافقین کافروں سے اپنی پوشیدہ دوستی پر سخت نادم اور پشیمان ہونگے کیونکہ ایک تو کافروں کے مغلوب و مفتوح ہونے کی وجہ سے وہ ان کی امداد اور پشت پناہی سے محروم ہو جائیں گے دوم ظہور نفاق کی وجہ سے شرمسار ہوں گے۔ **۹۷** یہ مسلمانوں کی طرف سے منافقین کے حال بد اور ان کے عذر پر تعجب کا اظہار ہے ان منافقین نے پختہ قسمیں کھا کھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلایا تھا کہ وہ آپ کے دین پر ہیں اور آپ کے ساتھی ہیں اور وقت آنے پر یہود کے مقابلے میں آپ کی مدد کریں گے لیکن وقت آنے پر انہوں نے مسلمانوں کے بجائے یہود کی امداد کی اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے اس پر مسلمانوں نے تعجب سے کہا کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدا کے نام کی قسمیں دیدے کر عہد کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کا ساتھ دیں گے مگر ان کے کرتوتوں سے ان کا نفاق ظاہر ہو گیا۔ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ الخ ان کے تمام اعمال ضائع اور بے نتیجہ ہو گئے اور ان پر آخرت

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۵۱ فَتَرَى
اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو اب تو دیکھے گا ۹۵
الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ
ان کو جن کے دل میں بیماری ہے دوڑ کر ملتے ہیں ان میں
يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ۭ فَعَسَى
کہتے ہیں کہ ہم کو ڈر ہے کہ نہ آجاوے ہم پر گردش زمانہ کی سو قریب
اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا
ہے کہ اللہ جلد ظاہر فرما دے فتح ۹۶ یا کوئی حکم اپنے پاس سے تو لگیں
عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۵۲ ۭ وَيَقُوْلُ
اپنے جی کی چھپی بات پر پچھتانے اور کہتے ہیں
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ
مسلمان کیا یہ وہی لوگ ہیں جو ۹۷ قسمیں کھاتے تھے اللہ کی تاکید
اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۭ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ
سے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں برباد گئے ان کے عمل
فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۵۳ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ
پھر رہ گئے نقصان میں اے ایمان والو ۹۸ جو کوئی
يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ
تم میں پھرے گا اپنے دین سے تو اللہ عنقریب لاوے گا ایسی قوم کو
يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ
کہ اللہ ان کو چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں نرم دل ہیں مسلمانوں پر زبردست ہیں
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا
کافروں پر لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور

الثلاثۃ

منزل ۲

۱ شکوی برائے منافقین ۱۲
۲ یعنی شرمندگی ان کے نفاق کے ظہور کی وجہ سے ۱۲
۳ یعنی جب انے یہود و نصاریٰ سے دوستی کی اور ان کے جہاد نہ کیا وہ مرتد ہو جاویگا ۱۲

موضح قرآن ف یعنی منافق کافروں سے دوستی لگائے جاتے ہیں کہ ہم پر گردش نہ آجاوے یعنی مسلمان مغلوب ہو جاویں تو ان کی دوستی ہمارے کام آوے سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب قریب ہے کہ کافر ہلاک ہوں یعنی مسلمانوں کی ان پر فتح ہو یا کچھ اور حکم آوے یعنی کافر ملک سے ویران ہوں آخر یہود کو حکم فرمایا جلا وطن کرنے کا۔

فتح الرحمٰن ف یعنی احتمال دارد کہ ہزیمت بر اہل اسلام افتد پس موافقت با حربیان مصلحت است ۱۲۔

کاکوئی اجر مترتب نہیں ہوگا کیونکہ اعمال کے مفید اور موجب ثواب ہونے کے لئے ایمان خالص شرط ہے اور وہ اس سے محروم ہیں۔ ۹۸ یہ خطاب مسلمانوں سے ہے اور ان پر زجر ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ سے دوستی اور ان کی حمایت کرکے ارتداد کی راہ اختیار نہ کریں بین ان موالاتهم مستدعية للارتداد عن الدين (روح ج ۶ ص۱۶۰) لیکن اگر انہوں نے منافقین کی طرح ان سے موالات کرلی تو اس سے اللہ کے دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت کے لئے ایسے لوگوں کو میدان میں لے آئے گا جو اس سے بجان و دل محبت کریں گے اور ظاہر و باطن میں اس کے مطیع و فرمانبردار ہوں گے اور ان کی ان خوبیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی ان کو محبوب رکھے گا اور دین و دنیا میں ان کی مدد کرے گا اور ان کو اپنے انعامات سے نوازے گا اَذِلَّةٍ اور اَعِزَّةٍ یہ دونوں قَوۡمٍ کی صفتیں ہیں۔ اذلة۔ ذلیل بمعنی عاجز کی جمع ہے اور علیٰ بمعنی لام ہے۔ اَعِزَّةٍ عزیز بمعنی غالب اور سخت گیر کی جمع ہے۔ یعنی وہ اپنے مومن بھائیوں کے سامنے عاجز اور ان پر مہربان ہوں گے لیکن کافروں کے حق میں سخت ہوں گے اور ان کے سامنے کبھی نہیں جھکیں گے وہ اللہ کی راہ میں محض اللہ کی خوشنودی کے لئے اور اس کے دین کی سربلندی کی خاطر جہاد کریں گے اور کسی کی ملامت کی پروا نہیں کریں گے۔ ۹۹ یہود و نصاریٰ کی دوستی سے منع کرنے کے بعد فرمایا تمہاری دوستی تو صرف اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں سے ہونی چاہئے تم انہی سے دوستی اور موالات کرو یہی تمہارے دوست ہیں۔ یہود و نصاریٰ تو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں وہ تمہارے کبھی دوست نہیں بن سکتے۔ وجه النظم انه تعالىٰ لما نهى فى الأيات المتقدمة عن موالات الكفار امر فى هذه الأية بموالاة من يجب موالاته (کبیر ج ۳ ص۶۱۶) اللہ تعالیٰ کے ولی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کارساز ہے مومنین اسی پر بھروسہ کریں اور اسی کو کارساز سمجھیں۔ اللہ کے رسول کی ولایت سے مراد یہ ہے کہ آپ کا اتباع کیا جائے اور آپ کے تمام حقوق محبت سے ادا کئے جائیں اور مومنین کی ولایت سے مراد یہ ہے کہ آپس میں محبت و اتفاق سے رہیں اور نیکی کے کاموں میں باہم دیگر تعاون کریں ۱۰۰ یہ پہلے موصول اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا سے بدل ہے وَهُمۡ رَاكِعُوۡنَ یہ يُقِيۡمُوۡنَ اور يُؤۡتُوۡنَ کے فاعل سے حال ہے اور راکعون کے معنی ہیں۔ خاشعون متواضعون للہ تعالیٰ (روح ج ۶ ص۱۶۷) علامہ خازن نے لکھا ہے کہ رکوع سے یہاں خضوع مراد ہے۔ المراد من الركوع هنا الخضوع والمعنى ان المؤمنين يصلون ويزكون وهم منقادون خاضعون لاوامر الله ونواهيه (خازن ج ۲ ص۵۵) یہ ان ایمان والوں کی صفتیں ہیں جن سے دوستی رکھنی چاہئے یعنی وہ نماز، زکوٰۃ اور دوسرے تمام اعمال پورے اخلاص اور خشوع و تواضع سے بجا لاتے ہوں اور ان کے اعمال شائبۂ نفاق و ریا سے پاک ہوں۔ مومنین کی یہ صفات بیان کرکے منافقین سے احتراز کرنے کی تعلیم دینا مقصود ہے کیونکہ وہ بھی مومن ہونے کے مدعی تھے۔ المراد بذكر هذه الصفات تمييز المؤمنين عن المنافقين لان المنافقين كانوا يدعون انهم مؤمنون۔ (خازن و کبیر ج ۳ ص۶۱۸) ۱۰۱ جو لوگ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین سے دوستی اور محبت کا رشتہ قائم کرتے ہیں یعنی اللہ اور رسول کی پوری پوری اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں اور ایمان والوں کے خلاف بغض و عداوت نہیں رکھتے بلکہ ان سے اتحاد و اتفاق کے ساتھ رہتے ہیں تو یہ لوگ حزب اللہ یعنی

يَخَافُوۡنَ لَوۡمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ
ڈرتے نہیں کسی کے الزام سے یہ فضل ہے اللہ کا دے گا
مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ
جس کو چاہے اور اللہ کشائش والا ہے خبردار ف۹۹ تمہارا رفیق تو
اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوا الَّذِيۡنَ يُقِيۡمُوۡنَ
وہی اللہ ہے اور اس کا رسول ف۱۰۰ اور جو ایمان والے ہیں جو کہ قائم ہیں
الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَهُمۡ رٰكِعُوۡنَ ﴿۵۵﴾ وَ
نماز پر ف۱۰۰ اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ عاجزی کرنیوالے ہیں اور
مَنۡ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا فَاِنَّ
جو کوئی دوست رکھے اللہ کو اور اس کے رسول کو ف۱۰۱ اور ایمان والوں کو تو
حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ ﴿۵۶﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا
اللہ کی جماعت وہی سب پر غالب ہے اے ایمان والو ف۱۰۲
لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا دِيۡنَكُمۡ هُزُوًا وَّلَعِبًا
مت بناؤ ان لوگوں کو جو ٹھہراتے ہیں تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل
مِّنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ وَالۡكُفَّارَ
وہ لوگ جو کتاب دیئے گئے تم سے پہلے اور نہ کافروں کو
اَوۡلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا
اپنا دوست اور ڈرو اللہ سے اگر ہو تم ایمان والے اور جب
نَادَيۡتُمۡ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوۡهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ
تم پکارتے ہو نماز کے لئے تو وہ ٹھہراتے ہیں اس کو ہنسی اور کھیل ف۲ یہ
بِاَنَّهُمۡ قَوۡمٌ لَّا يَعۡقِلُوۡنَ ﴿۵۸﴾ قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ
اس واسطے کہ وہ لوگ بے عقل ہیں ف۲۔ تو کہہ اے کتاب والو

ع ۱۲

۱ یعنی جو تمہارے دین کے ساتھ ... والے ۱ تم ... کریں ان سے دوستی مت کرو ۱۲

موضح قرآن ف۱ جب حضرت کی وفات پر عرب دین سے پھرے تو حضرت صدیق نے یمن سے مسلمان بلائے ان سے جہاد کروایا کہ تمام عرب پھر مسلمان ہوئے یہ ان کے حق میں بشارت ہے ف۲ بعضے یہود اور بعضے مشرک اذان کی آواز پر ہنستے۔ یہ ان کی بے عقلی تھی۔ اللہ کی بڑائی ہر دین میں بہتر ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید این وعدہ در زمان حضرت ابوبکر صدیق متحقق شد و مہاجران و انصار و تابعان ایشان با مرتدان جہاد کردند واللہ اعلم ۱۲ ف۲ مترجم گوید یعنی باذان استہزا کنند واللہ اعلم ۱۲

اللہ کی جماعت ہیں اور اللہ کی جماعت ہی انجام کار غالب اور کامران ہوتی ہے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں سے محبت و موالات کرنے کی ترغیب ہے **۱۰۲** پہلے یہود و نصاریٰ کی موالات سے منع فرمایا اب یہاں منافقین اہل کتاب اور مشرکین سے دوستی اور محبت کرنے سے **منع فرمایا**۔ الذین اتخذوا دینکم ھزوًا و لعبًا الخ سے منافقین اہل کتاب مراد ہیں۔ جنہوں نے دین اسلام کو ایک کھیل اور مذاق بنا رکھا تھا کیونکہ جب وہ مسلمانوں کے پاس آتے تو کہتے ہم مومن ہیں اور جب اپنے صنادید کے پاس جاتے تو کہتے ہم تمہارے دین پر ہی ہیں مسلمانوں کی نمازوں میں ہم محض بغرض استہزاء شریک ہو جاتے ہیں۔ وَاِذَا نَادَیْتُمْ الخ یہ ان کے استہزاء کا بیان ہے یعنی وہ نمازیں تمہارے ساتھ محض استہزاء و تمسخر کے لئے شریک ہوتے ہیں اور اس سے ان کا مقصد تمہیں دھوکہ دینا ہے تاکہ تم ان کو مومن سمجھو لانھم عند اقامۃ الصلوٰۃ یقولون ھٰذہ الاعمال التی اتینا بھا استھزاء بالمسلمین وسخریۃ منھم فانھم یظنون انا علیٰ دینھم مع انا لسنا کذالک (کبیر ج ۳ ص ۶۲۳)

هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ
کیا ضد ہے ۱۰۳ تم کو ہم سے مگر یہی کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو
اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ
نازل ہوا ہم پر اور جو نازل ہو چکا پہلے اور یہی کہ تم میں اکثر
فٰسِقُوْنَ ﴿٥٩﴾ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ
نافرمان ہیں تو کہہ میں تم کو بتلاؤں ان میں کس کی بدتر ۱۰۴ بری
مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ
جزا ہے اللہ کے ہاں وہی جس پر اللہ نے لعنت کی اور اس پر غضب نازل کیا
وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ۭ
اور ان میں سے بعضوں کو بندر بنا دیا اور بعضوں کو سؤر اور جنہوں نے بندگی کی شیطان کی
اُولٰۗىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ ﴿٦٠﴾
وہی لوگ بدتر ہیں ۱۰۵ درجہ میں اور بہت بہکے ہوئے ہیں سیدھی راہ سے
وَاِذَا جَاۗءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَ
اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے ۱۰۶ اور حالت یہ ہے کہ کافر ہی آئے تھے اور
هُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا
کافر ہی چلے گئے اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ
يَكْتُمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ
چھپائے ہوئے تھے اور تو دیکھیگا بہتوں کو ان میں سے کہ دوڑتے ہیں ۱۰۷
فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ
گناہ پر اور ظلم اور حرام کھانے پر
لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٢﴾ لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ
بہت برے کام ہیں جو کر رہے ہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کے

لہ یعنی اللہ کی توحید کی وجہ سے تم ہمیں برا سمجھتے ہو۔ ۱۲
۲ ای واعلموا ۱۲
۳ یہ اہل کتاب کے ایک قول شنیع کا جواب ہے انہوں نے مسلمانوں سے کہا تھا و نعلم دینا شرًا من دینکم وانتم شر مثوبۃ دون دینکم شرًا ۱۲
۴ ای دین من لعنہ اللہ بحذف المضاف ۱۲
۵ طاغوت کے دو معنے ہیں شیطان یا ہر معبود غیر اللہ۔ دونوں معنے مراد ہو سکتے ہیں ۱۲
۶ یعنی وہ منافقین جو کفار سے دوستی رکھتے ہیں یعنی یہود بزرگ اہل کتاب ۱۲

۱۰۳ پہلے فرمایا کہ جن اہل کتاب نے تمہارے دین کو ایک کھیل بنا رکھا ہے ان سے موالات نہ کرو یہاں فرمایا ان سے پوچھو تو سہی کہ ہمارے دین کی کونسی بات تم کو ناپسند ہے جس کی وجہ سے تم نے اس کو استہزاء و تمسخر کا نشانہ بنا رکھا ہے۔ کیا تمہیں یہ بات پسند اور گوارا نہیں کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کتاب ہم پر نازل ہوئی اور جو کتابیں ہم سے پہلے نازل ہوئی ہیں ہم ان سب کو سچی مانتے ہیں ہمارا دین تو یہی ہے کیا تمہیں یہ باتیں ناپسند ہیں، حالانکہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی بری اور ناپسندیدہ نہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ اَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ۔ تمہاری اکثریت سرکش اور متمرد ہے اور تم بغض و عناد اور سرکشی کی وجہ سے ہمارے دین سے استہزاء کرتے ہو۔ حضرت نے فرمایا یہاں اِعْلَمُوْا محذوف ہے ای واعلموا ان اکثرکم فسقون۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ واؤ زائدہ ہے اور جملہ ماقبل کی علت اور اصل میں لام تعلیل مقدر ہے۔ ای ھل تنقمون منا الا الایمان لان اکثرکم فسقون (روح ج ۶ ص ۱۷۲) **۱۰۴** یہود نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ واللہ تمہارے دین سے بدتر دین ہم نے نہیں دیکھا تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ھٰذا جواب للیھود لما قالوا ما نعرف دینًا شرًا من دینکم۔ (خازن ج ۲ ص ۵۵) یعنی آپ یہود سے فرمادیں کہ ہمارے دین کو تم اپنے زعم میں سب سے برا سمجھتے ہو آؤ میں تمہیں بتاؤں کے سب سے برا دین کس کا ہے اور خدا کے یہاں کس دین والے کو بدترین جزا ملے گی۔ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ اس سے پہلے مضاف محذوف ہے۔ ای دین من لعنہ اللہ (مدارک ج ۱ ص ۲۲۵) یعنی سب سے برا دین تو ان لوگوں کا ہے جو بارگاہ خداوندی سے ملعون و مطرود ہے اور جن پر خدا کا غضب ہوا اور جن کو اللہ تعالیٰ نے بطور سزا مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا اور جنہوں نے شیطان کی عبادت کی الطَّاغُوْتَ کے دو معنی ہیں (۱) شیطان اور (۲) ہر معبود غیر خدا یہاں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ والطاغوت ھو الشیطان وقیل ھو العجل وقیل ھو الکھان والاحبار وجملتہ ان کل من اطاع احدا فی معصیۃ اللہ فقد عبدہ وھو الطاغوت (خازن ج ۲ ص ۵۵) مذکورہ بالا تمام باتیں یہود میں پائی جاتی ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ ان کا دین ہی سب سے برا دین ہے۔ یعنی من الیھود من لعنہ اللہ وغضب علیہ ومنھم من جعلھم قردۃ وخنازیر۔ (خازن) **۱۰۵** اُولٰۗىِٕكَ سے اشارہ مذکورہ بالا ملعونین، مغضوبین، ممسوخین اور عباد شیطان کی طرف ہے وہ لوگ جن کے حالات یہ ہیں یعنی یہود ہی خدا کے یہاں سب سے برے ہیں اور سیدھی راہ سے بہت دور ہیں اور جہنم میں ان کا ٹھکانا بہت برا ہے۔ **۱۰۶** جَاۗءُوْ کا فاعل وہی منافقین یہود ہیں جو کافروں سے دوستی رکھتے اور دین اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں یہاں ان کے نفاق اور خبث باطن کا بیان فرمایا، جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو دل و جان سے ایمان لا چکے ہیں وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ۔ جملہ قَالُوْٓا کی ضمیر سے حال ہے۔ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ وہ اپنے دلوں میں کفر لے کر آتے ہیں اس لئے ان کا دعویٰ ایمان سراسر جھوٹا ہے۔ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ

فتح الرحمن ف ۱ مترجم گوید یعنی بدتر از ان عیب دار کہ شما بیان کردید واللہ اعلم ۱۲۔

یہ بھی قَالُوْا کے فاعل سے حال واقع ہے یعنی جب وہ آپ کی مجلس سے چلے جاتے ہیں تو اس وقت بھی ان کے دلوں میں وہ کفر جاگزیں ہوتا ہے اور آپ کے وعظ و تبلیغ اور قرآنی آیات کا ان کے دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ کی آیات سن کر اور ان کا انکار کر کے کفر میں اور پختہ ہو جاتے ہیں، جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى۔ (حٰم السجدۃ ع ۵) ف۱۰۷ منافقین یہود کی خباثت بیان کرنے کے بعد ان کے عام غلط کار علماء اور بدعمل درویشوں پر شکوی فرمایا کہ وہ برائی کے ہر میدان میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ وہ لوگوں کو شرک سکھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے احکام حدود کو توڑتے ہیں، رشوتیں لیتے ہیں اور غیر اللہ کی نیازیں کھاتے ہیں۔ اَلْاِثْمَ سے مراد شرکیہ کلمات ہیں۔ وقیل کلمۃ الشرک وھو قولھم عزیر ابن اللہ (ابو السعود ج ۳ ص ۶۱) یا اثم عام ہے اور اس سے ہر گناہ مراد ہے اَلْعُدْوَانُ اللہ کی حدود سے تجاوز کرنا۔ اَلسُّحْتُ یعنی رشوت اور غیر اللہ کی نذر و نیاز وہ جو کچھ کر رہے ہیں بہت برا ہے۔ ف۱۰۸ عام علماء یہود پر شکوی کے بعد ان کے اکابر علماء اور پیشواؤں پہ شکوی فرمایا کہ ان لوگوں کو تو مذکورہ برائیوں اور ان کے انجام بد کا پورا پورا علم تھا انہوں نے ان کو ان کاموں سے کیوں نہ روکا ان کی یہ خاموشی اور حق پوشی بہت ہی بری بات ہے۔ المراد ھھنا تخصیص الذین یقتدی بھم افناء ھم ویعلمون قباحۃ ما ھم فیہ الخ (ابو السعود ج ۶ ص ۱۷۹) ف۱۰۹ یہ بھی یہود پہ شکوی ہے۔ یہودیوں کی بد اعمالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط مسلط کر دیا اس اثنا میں انہوں نے اپنے مشرکانہ عقیدے کے تحت عم انس کی قبر پر بکری ذبح کی تاکہ بارش ہو جائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی سے تکوینی اسباب کے تحت بارش برسائی تو یہودی بول اٹھے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ بخیل ہے وہ ہمیں رزق نہیں دیتا بلکہ ہم جب فقیروں اور درویشوں کو پکارتے اور ان کی نیازیں دیتے ہیں تو وہ ہماری روزی کا انتظام کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر و شرک کی وجہ سے بطور سزا ان پر روزی تنگ کر دی تھی۔ اگر وہ اللہ کی کتاب پر عمل کرتے اور اس کی تعلیمات سے منہ نہ موڑتے تو اللہ تعالیٰ ان پر رزق تنگ نہ فرماتا بلکہ فراخی سے دیتا جیسا کہ فرمایا وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ (مائدۃ ع ۹) یہود کی اس گستاخانہ گفتگو کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا۔ فرمایا ان کے اس قول شنیع کی وجہ سے ان کے دلوں میں بخل کی بیماری پیدا کر دی گئی اور انہیں اللہ کی رحمت سے دور کر دیا گیا یہ یہود پر بد دعا ہے اور اللہ کی بد دعا ان کے دلوں میں بخل کی بیماری پیدا کرنے سے عبارت ہے۔ دعاء علیھم بالبخل المذموم کما قال الزجاج ودعاءہ بذلک عبارۃ عن خلقۃ الشح فی قلوبھم والقبض فی ایدیھم (روح ج ۶ ص ۱۸۰) چنانچہ یہود کے عوام و خواص کی یہی حالت تھی۔ خواص یعنی علماء اور درویش تو صرف عوام سے نذریں بٹورنے کے یار تھے اپنے ہاتھ سے کچھ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور عوام کا یہ حال تھا کہ وہ توحید اور اللہ کے دین کی خاطر ایک پائی خرچ نہیں کرتے تھے وہ جو کچھ بھی خرچ کرتے تھے غیر اللہ کی نیازوں اور احبار و رہبان کے نذرانوں ہی میں خرچ کرتے تھے۔ ف۱۱۰ یہ جواب شکوی ہے اور یہود کے قول شنیع کا رد ہے یعنی اللہ تعالیٰ تو ہر گز بخیل نہیں وہ تو بہت بڑا کریم اور فیاض ہے اور جس طرح چاہتا ہے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق خرچ کرتا ہے جس طرح غل ید یعنی ہاتھ کا بندھا ہوا ہونا بخل اور نہ خرچ کرنے سے کنایہ ہے اسی طرح بسط ید یعنی ہاتھ کا پھیلانا سخاوت اور خرچ کرنے سے کنایہ ہے

الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ

درویش ف۱۰۸ اور علماء گناہوں کی بات کہنے سے

وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾

اور حرام کھانے سے بہت ہی برے کام ہیں جو کر رہے ہیں

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ

اور یہود کہتے ہیں ف۱۰۹ اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے ف۱ انہی کے ہاتھ

اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ

بند ہو جاویں اور لعنت ہے ان کو اس کہنے پر بلکہ اس کے تو دونوں ہاتھ

مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ

کھلے ہوئے ہیں ف۱۱۰ خرچ کرتا ہے جس طرح چاہے اور ان میں بہتوں کو

كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ

بڑھے گی ف۱۱۱ اس کلام سے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے

طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ

شرارت اور انکار اور ہم نے ڈال رکھی ہے ان میں دشمنی ف۱۱۲

وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا

اور بیر قیامت کے دن تک جب کبھی آگ سلگاتے ہیں ف۱۱۳

لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ

لڑائی کے لئے اللہ اس کو بجھا دیتا ہے ف۲ اور دوڑتے ہیں ملک میں ف۱۱۴

فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَوْ اَنَّ

فساد کرتے ہوئے اور اللہ پسند نہیں کرتا فساد کرنے والوں کو ف۱ اور اگر

اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ

اہل کتاب ف۱۱۵ ایمان لاتے اور ڈرتے تو ہم دور کر دیتے ان سے

وقف لازم

۱۔ یعنی غیر اللہ کی نیاز کھانا۔ ۲۔ شکوی ۱۲ ۳۔ جواب شکوی ۱۲

۴۔ کثیرا لیزیدن کا مفعول اول۔ ما علی انزل الیک فاعل ہے اور طغیانا مفعول ثانی ۱۲

۵۔ یعنی بعض پر بعض سے بھی عداوت اب بھی موجود ہے اگر یہ نجی مسلمان ہو جاتے تو ان سے بغض اور عداوت دور ہو جائے ۱۲

موضح قرآن ف یہود میں بولنا رواج تھا کہ اللہ کا ہاتھ بند ہوا یعنی ہم پر روزی تنگ ہوئی یہ کفر کا لفظ ہے فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ کبھی بند نہیں دونوں ہاتھ کھلے ہیں قہر کا اور مہر کا تم پر اب قہر کا ہاتھ کھلا مہر کا اوروں پر فرمایا کہ اللہ نے ان میں اتفاق نہیں رکھا جب آگ سلگاتے ہیں یعنی فتنہ انگیزی کرتے ہیں کہ آپس میں سب کو ملا کر مسلمانوں سے لڑیں وہ اللہ بجھا دیتا ہے آپس میں پھوٹ جاتے ہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بخل دارد ۱۲ ف۲ مترجم گوید یعنی چوں می خواہند کہ با عدا از خود کہ متدین بہ یہودیت نیستند جنگ کنند مقہور و مغلوب می شوند واللہ اعلم ۱۲۔

غلّ الید و بسطها مجاز عن البخل والجود و کنایة عن ذٰلك (روح و کبیر ج ۳ ص ۶۲۹) **۱۱۱** کثیرًا۔ لیزیدن کا مفعول اول اور طغیانًا و کفرًا مفعول ثانی۔ اور مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ اس کا فاعل ہے۔ سرکشی اور کفر و انکار تو وہ پہلے سے ہی کر رہے ہیں لیکن جیسے جیسے قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوتی ہیں ان کے انکار اور بغض و حسد کی وجہ سے ان کی سرکشی اور کفر میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔
۱۱۲ یعنی بغض و عداوت تو ان میں پہلے سے بھی موجود ہے لیکن اگر تم اپنے ایمان و اسلام پر ثابت قدم رہو گے تو ہم ان کے باہمی بغض و عداوت میں اور اضافہ کر دیں گے۔ **۱۱۳** پہلے اشارہ فرمایا کہ اگر تم سچے مسلمان بن جاؤ گے تو یہود و نصاریٰ کے ہر شر سے محفوظ رہو گے کیونکہ وہ اپنے باہمی بغض و عناد کے سبب تمہارے مقابلے میں نہیں آئیں گے۔ یہاں اس بات کی صراحت فرما دی کہ جب

سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ
ان کی برائیاں اور ان کو داخل کرتے نعمت کے باغوں میں اور اگر وہ **۱۱۶**
اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ
قائم رکھتے توریت اور انجیل کو اور اس کو جو نازل ہوا ان پر
مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ
ان کے رب کی طرف سے **ف۱** تو کھاتے اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں
اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ
کے نیچے سے کچھ لوگ ان میں ہیں سیدھی راہ پر **۱۱۷** اور بہت سے ان میں
سَآءَ مَا یَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ
برے کام کر رہے ہیں **ف۱** **ف۲** اے رسول **۱۱۸** پہنچا دے جو
اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا
تجھ پر اترا **۱۱۹** تیرے رب کی طرف سے اور اگر ایسا نہ کیا **ف۳** تو تو نے
بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ
کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام اور اللہ تجھ کو بچا لے گا لوگوں سے **۱۲۰**
اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۷﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ
بیشک اللہ راستہ نہیں دکھاتا قوم کفار کو **ف۲** کہہ دے اے
الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ
کتاب والو **۱۲۱** تم کسی راہ پر نہیں جب تک نہ قائم کرو توریت اور
الْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَیَزِیْدَنَّ
انجیل کو اور جو تم پر اترا تمہارے رب کی طرف سے **ف۴** اور ان میں
كَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا
بہتوں کو بڑھے گی اس کلام سے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے شرارت

بھی وہ اسلام کے خلاف اعلان جنگ کریں گے ہم انکے منصوبے کو ناکام بنا دیں گے اور وہ تمہارے ساتھ جنگ نہیں کر سکیں گے۔ آگ جلانے سے ارادۂ جنگ مراد ہے کیونکہ عرب میں دستور تھا کہ جب کوئی قوم کسی قوم کے خلاف اعلان جنگ کرتی تو کسی اونچے ٹیلے پر آگ جلاتی۔ اور آگ بجھانا ان کے شر سے محفوظ رکھنے سے کنایہ ہے **۱۱۴** یہ لوگ ہر وقت فتنہ فساد برپا کرنے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مکر و فریب کرنے میں لگے رہتے اللہ تعالیٰ ایسے شر انگیز اور فتنہ خیز لوگوں کو پسند نہیں فرماتا اسی لئے سچے مسلمانوں کے خلاف ان کے تمام منصوبوں اور جنگی تدبیروں کو ناکام کر کے مسلمانوں کو انکے شر سے بچا لیتا ہے۔ **۱۱۵** اَلْكِتٰب جنس ہے اور تورات و انجیل دونوں کو شامل ہے اس لئے اہل کتاب سے یہاں یہود و نصاریٰ دونوں فریق مراد ہیں۔ یہاں اہل کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی ترغیب دی گئی ہے اور ساتھ ہی ایمان لانے کی صورت میں انہیں بشارت اخروی بھی سنا دی گئی ہے۔ اگلی آیت میں بشارت دنیوی مذکور ہے۔ **۱۱۶** اقامتِ تورات و انجیل سے ان پر کما حقہٗ عمل کرنا مراد ہے یعنی تورات و انجیل کی تعلیمات پر عمل کریں۔ اللہ کی توحید پر ایمان لائیں۔ غیر اللہ کی نذر و نیاز اور شرک فی التصرف سے احتراز کریں۔ لَاَكَلُوْا الخ۔ یہ وسعت رزق سے کنایہ ہے یا مِنْ فَوْقِهِمْ سے بارش مراد ہے کیونکہ اسی کے ذریعے زمین انواع و اقسام رزق پیدا کرتی ہے اور مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ سے زمین کی پیداوار پھل، میوے اور غلے وغیرہ مراد ہیں۔ قال ابن عباس وغیرہ یعنی المطر والنبات وقیل المعنی لوسعنا علیهم فی ارزاقهم واکلوا متواصلاً (قرطبی ج ۶ ص ۲۴۱) **۱۱۷** اہل کتاب سب کے سب ہی سرکش اور معاند نہیں بلکہ کچھ لوگ انصاف دوست اور اعتدال پسند بھی ہیں اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے یہود و نصاریٰ سے اسلام قبول کر لیا تھا مثلاً عبد اللہ بن سلام اور نجاشی وغیرہ۔ لیکن ان کی اکثریت معاند ہے۔ ضد و عناد سے حق کا انکار کرنا اور حق کو چھپانا ان کا کام ہے۔ سَآءَ مَا یعملون من العناد والمکابرة وتحریف الحق والاعراض عنه (روح ج ۶ ص ۱۸۶) **فائدہ** حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں یہود و نصاریٰ کے احبار و رہبان کے حالات مذکور ہیں وہاں آجکل کے علماء سوء اور پیران سیاہ کار بھی اس کے تحت داخل ہیں اور جہاں منافقین کا ذکر ہے اس میں آج کل کے سرمایہ دار اور برسر اقتدار طبقہ بھی داخل ہے۔

[illegible]

موضح قرآن **ف۱** کھاویں اوپر نیچے سے یعنی آسمان میں سے ان کو رزق فراخ آوے **ف۲** یعنی یہ اگلی بات کہ صاف اہل کتاب کو گمراہ کہو جب تک یہ کلام اللہ کا قبول نہ کریں۔ اس میں اگرچہ وہ دشمن ہوں تم بے فکر پہنچاؤ اور خطرہ نہ کرو۔

فتح الرحمن **ف۱** یعنی سائر کتب سابقہ ۱۲ **ف۲** حاصل آنست کہ اگر برپا می داشتند حکم توریت و انجیل را پیش از نزول قرآن و پیش از آن کہ حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث شود برکت فراوان نصیب ایشاں می شد لیکن مخالفت کردند پس بانواع بلا مبتلا گشتند ۱۲ **ف۳** یعنی یک آیت ہم نرساندی واللہ اعلم ۱۲ **ف۴** یعنی قرآن و سائر کتب سابقہ ۱۲۔

دوسرا حصہ

(۱) نفی شرک فی التصرف اور (۲) نفی شرک فعلی

۱۱۸ پہلا جزء۔ نفی شرک فی التصرف۔ پہلے حصے میں شرک فعلی کی نفی کا بیان تھا اور اس کے بعد شرک فی التصرف کی نفی مذکور تھی اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلیہ اور اہل کتاب

وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ اِنَّ

اور کفر سو تو افسوس نہ کر اس قوم کفار پر ف۱ بیشک

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَ

جو ۱۲۱ مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور فرقہ صابی اور

النَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ

نصاری جو کوئی ایمان لاوے اللہ پر اور روز قیامت پر اور عمل کرے

صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾

نیک نہ ان پر ڈر ہے اور نہ غمگین ہوں گے ف۲

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ

ہم نے لیا تھا پختہ قول ۱۲۳ بنی اسرائیل سے اور بھیجے

اِلَيْهِمْ رُسُلًا ۭ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى

ان کی طرف رسول ۱۲۴ جب لایا ان کے پاس کوئی رسول وہ حکم جو خوش نہ آیا ۱۲۵

اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾

ان کے جی کو تو بہتوں کو جھٹلایا اور بہتوں کو قتل کر ڈالتے تھے

وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ

اور خیال کیا کہ کچھ ۱۲۶ خرابی نہ ہوگی سو اندھے ہو گئے اور بہرے پھر

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ

توبہ قبول کی اللہ نے ان کی ۱۲۷ ف۳ پھر اندھے اور بہرے ہوئے ان میں سے بہت ۱۲۸ اور اللہ

بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ

دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں بیشک کافر ہوئے جنہوں نے کہا ۱۲۹ اللہ

هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا اور مسیح نے کہا ہے ۱۳۰ کہ اے بنی اسرائیل

اور منافقین پر زبر بیں مذکور تھیں۔ اب یہاں سے سورت کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے اس میں ان دونوں مضمونوں (نفی شرک فی التصرف اور نفی شرک فعلی) کا لف ونشر غیر مرتب کے طور پر اعادہ کیا گیا ہے۔

۱۱۹ ما موصولہ ہے جو عموم کے لئے ہے اور اس سے وہ تمام احکام مراد ہیں جو وحی جلی یا وحی خفی کے ذریعے آپ پر نازل ہوئے۔ یہاں مَآ اُنْزِلَ سے چار چیزیں ذکر کی گئی ہیں جو آگے آرہی ہیں۔ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ الخ اگر آپ نے ایک چیز کا بھی اخفا کیا اور اس کی تبلیغ نہ کی تو آپ نے حق تبلیغ ادا نہیں کیا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین علماء وصوفیاء کا بھی فرض ہے کہ وہ قرآن وسنت کے تمام احکام کی تبلیغ واشاعت کریں اگر انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ بعض قرآنی احکام کو بعض دنیوی مصلحتوں اور ذاتی اغراض کی وجہ سے بیان نہ کیا مثلاً شرک وبدعت کا رد نہ کیا اور غیر اللہ کی نذر ونیاز کا مسئلہ بیان نہ کیا تو انہوں نے حق تبلیغ ادا نہیں کیا اور ان کی باقی احکام کی تبلیغ بھی اللہ کے یہاں مقبول نہیں ہوگی۔ **۱۲۰** یعنی آپ اللہ کے تمام احکام کی تبلیغ کئے جائیں اور مشرکین کی مخالفت، طعن وتشنیع اور ملامت کی پرواہ نہ کریں اللہ آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھیگا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الخ آپ تبلیغ کئے جائیں اگر کچھ لوگ آپ کی تبلیغ سے متاثر نہیں ہوتے اور ہدایت قبول نہیں کرتے تو آپ اس کا غم نہ کریں جو لوگ ایمان نہیں لاتے وہ معاندین ہیں اور معاندین کے دلوں پر ان کی ضد وعناد کی وجہ سے مہر جباریت لگ جاتی ہے اور ان کو اللہ کی طرف سے ہدایت کی توفیق نہیں ملتی۔ **۱۲۱** اہل کتاب سے یہود ونصاری مراد ہیں۔ یہ پہلا مسئلہ ہے جس کی تبلیغ کا یہاں حکم دیا گیا ہے یعنی آپ اہل کتاب سے صاف صاف کہہ دیں کہ جب تک تم تورات اور انجیل کے احکام کو قائم نہیں کروگے یعنی شرک وغیر اللہ کی نذر ونیاز چھوڑ کر توحید کو نہیں مانوگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اور قرآن پر ایمان نہیں لاؤگے اس وقت تک تمہارا کوئی دین نہیں اور تم کھلے بے دین ہو۔ آج مبلغ قرآن کو بھی اپنی تبلیغ کے دوران مسلمانوں پر یہ حقیقت واضح کر دینی چاہیئے کہ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا الْقُرْاٰنَ یعنی جب تک تم قرآن مجید کے تمام احکام کو قائم نہ کرو اس وقت تک تم دیندار نہیں ہوسکتے۔ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا الخ اس کی تفسیر کے لئے حاشیہ (۱۱۱) ملاحظہ فرمائیں۔ **۱۲۲** اس آیت کی تفسیر سورہ بقرہ میں تفصیل سے گذر چکی ہے ملاحظہ ہو ص۳۶ حاشیہ نمبر ۱۳۰۔ **۱۲۳** میثاق سے وہی عہد ومیثاق مراد ہے جو بنی اسرائیل سے تورات میں لیا گیا تھا کہ وہ توحید اور تمام احکام وشرائع کی پابندی کریں جیسا کہ سورۂ بقرہ ع۱۰ میں فرمایا وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا الآیۃ قد تقدم فی البقرۃ معنی المیثاق وھو الا یعبدوا الا اللہ وما یتصل بہ (قرطبی ج۶ ص۲۴۷) ای باللہ لقد اخذنا میثاقھم بالتوحید وسائر الشرائع والاحکام المکتوبۃ علیھم فی التوراۃ (ابو السعود ج۳ ص۶۲۳، روح ج۶ ص۲۰۳)

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید حاصل آنست کہ بر وفق قول خود ملتزم می شوند زیرا کہ التزام شریعتی می کنند و بر حسب آں نمی روند قطع نظر از انکار قرآن مجید واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی در اصل از ہر فرقہ کہ باشد چوں ایمان آمد از اہل نجات است خصوصیت فرق را اعتبار نیست ۱۲ ف۳ یعنی محمد را صلی اللہ علیہ وسلم فرستاد ۱۲

۱۲۴ عہد لینے کے بعد ہم ان کی طرف لگاتار پیغمبر بھیجتے رہے تاکہ وہ ان کو عہد کی یاد دہانی کراتے رہیں اور ان کو وعظ و نصیحت کے ذریعے عہد پورا کرنیکی تلقین کرتے رہیں۔ یعرفونہم ذلک ویثبتونہم
بالعظۃ والتذکیر ویطلعونہم علی ما یاتون ویذرون فی دینہم (روح) بنی اسرائیل کے پاس بھی تورات موجود تھی اور ان کی طرف جتنے پیغمبر تشریف لائے وہ سب تورات سے مسئلہ
توحید بیان کرتے تھے لیکن بنی اسرائیل کے علماء اور درویش اس مسئلہ کی وجہ سے ان کی مخالفت کرنے لگتے یہی حال آج کل کے علماء سوء کا ہے کہ ان کے پاس بھی قرآن مجید موجود ہے لیکن جب علماء
ربانی قرآن مجید سے مسئلہ توحید بیان کرتے ہیں تو علماء سوء اور سجادہ نشینان مسئلہ توحید کی وجہ سے ان کے دشمن بن جاتے ہیں اور ان کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا شروع کر دیتے ہیں۔ **۱۲۵** جو باتیں ان کی

اُعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ
بندگی کرو اللہ کی رب ہے میرا اور تمہارا بیشک جس نے شریک ٹھہرایا
بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ
اللہ کا سو حرام کی اللہ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے
وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ
اور کوئی نہیں گنہگاروں کی مدد کرنے والا ف۱ بیشک کافر ہوئے ۱۳۱ جنہوں نے
قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ
کہا اللہ ہے تین میں کا ایک ف۲ حالانکہ کوئی معبود نہیں بجز ایک
وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ
معبود کے ۱۳۲ اور اگر نہ باز آویں گے اس بات سے کہ کہتے ہیں تو بیشک پہنچے گا
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ
ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کو عذاب دردناک ف۱ ف۳ کیوں نہیں توبہ کرتے ۱۳۳
اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾
اللہ کے آگے اور گناہ بخشواتے اس سے اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان
مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ
نہیں ہے مسیح مریم کا بیٹا ۱۳۴ مگر رسول گذر چکے اس سے
قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ
پہلے بہت رسول اور اس کی ماں ولی ہے دونوں کھاتے تھے
الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ
کھانا ۱۳۵ دیکھ ہم کیسے بتلاتے ہیں ان کو دلیلیں پھر
انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
دیکھ کہاں الٹے جا رہے ہیں ف۲ ف۴ تو کہہ دے تم ایسی چیز کی بندگی کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر ۱۳۶

وقف لازم

نفسانی خواہشات اور ان کی اپنی مخترعات کے خلاف تھیں، مثلاً مسئلہ توحید، غیر اللہ کی نذر و نیاز کی حرمت وغیرہ۔ **۱۲۶** فِتْنَةٌ کے معنی آزمائش اور ابتلاء کے ہیں فَعَمُوْا دین کی جو راہ رسولوں نے ان کو دکھائی تھی اس سے وہ محض سرکشی اور عناد کی وجہ سے دیدہ و دانستہ اندھے بن گئے وَصَمُّوْا اور حق بات سننے سے بہرے بن گئے۔ یعنی بنی اسرائیل نے سمجھا کہ اللہ کی طرف سے ان پر کوئی عذاب یا امتحان نہیں آئے گا کیونکہ وہ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (ہم اللہ کے چہیتے اور اس کے محبوب ہیں) کے فخر میں مغرور و سرمست تھے (قرطبی) اس لئے انہوں نے تورات کے احکام سے آنکھیں اور کان بند کر لئے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی۔ **۱۲۷** پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں توبہ کی توفیق دینے اور ان کی توبہ قبول کرنے کا سامان اس طرح بہم پہنچایا کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم کو مبعوث فرمایا جنہوں نے بنی اسرائیل کو توبہ کی راہ دکھائی کہ اگر وہ اللہ کی توحید پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کے تمام گناہ معاف فرما دے گا۔ (قرطبی) یا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا کر توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ تاب اللہ علیہم حین تابوا واٰمنوا بعیسٰی علیہ السلام (مظہری ج ۳ ص ۱۵۱) **۱۲۸** لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ نے اللہ کی توحید اور اپنی نبوت کی طرف دعوت دی تو ان میں اکثر پھر حق سے اندھے اور بہرے ہو گئے اور ضد و عناد اور بغض و حسد کی وجہ سے حق کا انکار کر دیا اور ان میں سے بہت کم لوگوں نے حق کو قبول کیا۔ **۱۲۹** یہ دوسرا مسئلہ ہے جو بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ میں داخل ہے یعنی آپ اس مسئلہ کی بھی تبلیغ اور اشاعت فرما دیں کہ جو لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی صفات مختصہ سے موصوف کرتے ہیں مثلاً ان کو متصرف فی الامور اور مختار سمجھتے ہیں وہ بلاشبہ کافر ہیں شاہ عبدالقادر دہلوی فرماتے ہیں نصاریٰ میں دو قول ہیں بعضے کہتے ہیں اللہ ہی تھا جو صورت مسیح میں آیا اور بعضے کہتے ہیں تین حصہ ہو گیا، ایک اللہ رہا ایک روح القدس ایک مسیح یہ دونوں باتیں

ف یا انزل کے تحت داخل ہے اس کا بیان ہے ۱۲ ش ... کہ وہ دونوں ... محتاج نہیں کیونکہ وہ محتاج ہیں جب محتاج ہیں تو پھر وہ ... محتاج نہیں ۱۲ ش ... استبعاد ۱۲ ... یعنی با انزل میں ہیں ... مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم صدیقہ ... بقرینہ ما قبل ۱۲

صریح کفر ہیں۔ **فائدہ** حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا یہاں اتحاد سے اتحاد صفات مراد ہے۔ یعنی نصاریٰ کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اختیارات دیدئیے تھے اور وہ متصرف فی الامور تھے۔ بہر حال لفظ اللہ سے وصف مشہور مراد ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے لکل فرعون موسٰی ای لکل مبطل محق۔ **۱۳۰** عیسائیوں کے پیر اور پادری کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے آباء و اجداد کو یہی تعلیم دے گئے تھے کہ وہ ان کو متصرف و مختار سمجھ کر ان کو پکارا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب فرمائی اور اپنے پیغمبر حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف سے صفائی پیش

موضح قرآن ف۱ نصاریٰ میں دو قول ہیں بعضے کہتے ہیں اللہ ہی تھا جو صورت مسیح میں آیا اور بعضے کہتے ہیں تین حصہ ہو گیا ایک اللہ رہا ایک روح القدس ایک مسیح یہ دونوں باتیں صریح کفر ہیں کاملوں کے حق میں یہی کہئے جو آگے فرمایا **ف۲** یعنی اس سے زیادہ کیا نشانی کہ جو شخص کھانا کھاوے اسے سب حاجت بشری لگے۔ اللہ کی ذات پاک اس لائق کب ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ اعتقاد حلول نوعی از شرک است ۱۲ **ف۲** یعنی در مرتبہ الوہیت سہ کس ہستند یکی خدا و دیگر عیسیٰ و سیم روح القدس ۱۲ **ف۳** یعنی اہل اصرار را ازایشان ۱۲ **ف۴** یعنی از معرفت حق ۱۲۔

کی کہ انہوں نے تو بنی اسرائیل کو یہی تعلیم دی تھی کہ وہ صرف اللہ ہی کو متصرف وکارساز سمجھیں، اسی کو پکاریں، اسی کی نذریں منتیں دیں اور ہر طرح کی عبادت اسی کے لئے بجالائیں۔ اور شرک نہ کریں بلکہ شرک سے کوسوں دور بھاگیں۔ کیونکہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس پر جنت حرام ہے، اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ قیامت کے دن اس کا کوئی یار مددگار نہیں ہوگا جو اسے اللہ کے عذاب سے بچا سکے اور نہ اس کے حق میں کسی پیر وپیغمبر کی سفارش قبول ہوگی۔ ای ما لہ عند اللہ ناصر ولا معین ولا منقذ مما ھو فیہ (ابن کثیر ص ۸۱ ج ۲) ای مالہم من احد ینصرھم بانقاذھم من النار واد خالھم الجنۃ اما بطریق المغالبۃ او بطریق الشفاعۃ (روح ج ۶ ص ۲۰۸) **۱۳۱** یہ تیسرا حکم ہے جو بلغ ما انزل الیک میں داخل ہے۔ بعض نصاریٰ حضرت مسیح کے علاوہ ان کی والدہ کی الوہیت کے بھی قائل تھے۔ ان کے نزدیک آلہہ یعنی معبودوں کی تعداد تین ہوگئی، اللہ تعالیٰ، حضرت مسیح اور حضرت مریم صدیقہ علیہما السلام جیسا کہ سورۂ مائدہ کے آخری رکوع میں آرہا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام سے فرمائے گا۔ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان عیسائیوں کو بھی کافر فرمایا جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین معبودوں میں کا ایک ہے۔ **۱۳۲** حالانکہ معبود اور پکارے کے لائق صرف ایک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ یہی تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم تھی اور خود حضرت مسیح علیہم السلام نے بھی بنی اسرائیل کو یہی تعلیم دی تھی۔ وَاِنْ لَّمْ یَنْتَھُوْا اگر یہ لوگ اپنے مشرکانہ اقوال وافعال سے باز نہ آئے بلکہ ان پر اصرار کیا تو انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا۔ یہ مشرکین نصاریٰ کے لئے تخویف اخروی ہے۔ **۱۳۳** یہ مشرکین نصاریٰ کو مشرکانہ عقائد واعمال سے توبہ کرنے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کی تہدید آمیز ترغیب ہے۔ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یہ توبہ قبول کرنے اور معافی دینے کا وعدہ ہے۔ یعنی اگر وہ شرک وکفر سے سچی توبہ کرلیں اور اپنے کئے کی اللہ سے معافی مانگیں تو وہ اس کو معاف کرنے والا اور مہربان پائیں گے۔ **۱۳۴** یہاں چونکہ ان عیسائیوں کا رد مقصود ہے جو حضرت مسیح اور حضرت مریم علیہما السلام کو الٰہ (معبود) اور متصرف مانتے تھے اور ان کو حاجات ومشکلات میں غائبانہ پکارتے تھے۔ اس لئے ان دونوں کا خصوصیت سے ذکر فرمایا اور باقی رسولوں کا اجمالی ذکر کیا۔ مسیح علیہ السلام جس کو عیسائی خدا کا اوتار اور خدائی صفات کا حامل اور مختار ومتصرف مانتے ہیں، وہ نہ خدا تھا نہ خدا کا اوتار وہ تو مریم کا بیٹا تھا جو کسی کا بیٹا ہو وہ حادث اور اپنے وجود میں محتاج ہوتا ہے، وہ الٰہ نہیں بن سکتا۔ نیز وہ اللہ کا رسول تھا جس کا کام ہی یہ تھا کہ وہ لوگوں کو توحید سکھائے اور شرک سے ان کو روکے۔ اسی طرح ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر گذرے ان سب کا یہی کام تھا۔ لہٰذا جو لوگ خود دوسروں کو شرک سے منع کریں وہ کس طرح خدا کے شریک ہوسکتے ہیں وَاُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ اور مسیح علیہ السلام کی والدہ صدیقہ تھیں، صدیقیت ولایت کا سب سے اونچا درجہ ہے جو اللہ کی خالص عبادت اور کامل اطاعت سے حاصل ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت مریم تو خود اللہ کی عبادت گذار تھیں، اس لئے وہ معبود بننے کے لائق ہرگز نہیں ہوسکتیں۔ **۱۳۵** تثنیہ سے مراد حضرت مسیح اور حضرت مریم علیہما السلام ہیں۔ اس میں ان کے انتہائی احتیاج کا بیان ہے۔ اور ان کی الوہیت کی نفی پر ایک واضح برہان ہے۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ وہ کھانا کھایا کرتے تھے تو معلوم ہوگیا کہ وہ نہ صرف روٹی اور پانی کے محتاج تھے بلکہ ہر اس چیز کے بھی محتاج تھے جس کا روٹی اور پانی کے حاصل کرنے میں ذرا بھی دخل ہو۔ جن کی محتاجی کا یہ حال ہو وہ ہرگز معبود بننے کے لائق نہیں ہوسکتے۔ اور نہ متصرف وکارساز ہوسکتے ہیں کیونکہ متصرف وکارساز وہی ہوسکتا ہے جو ہر چیز سے مستغنی اور بے نیاز ہو۔ انہما کانا محتاجین الی الطعام اشد الحاجۃ والالٰہ ھو الذی یکون غنیا عن جمیع الاشیاء فکیف یعقل ان یکون الٰھًا (کبیر ص ۱۷۴ ج ۳) **۱۳۶** یہ چوتھی بات ہے جو بلغ ما انزل الیک کے تحت داخل ہے۔ تعبدون میں خطاب نصاریٰ سے ہے اور من دون اللہ سے حضرت مسیح اور ان کی والدہ مراد ہے۔ والخطاب للنصاریٰ نہاھم عن عبادۃ عیسیٰ وغیرہ (بحر ص ۵۳۶ ج ۳) والمراد بما لا یملک عیسیٰ او ھو وامہ علیہما الصلوٰۃ والسلام (روح ص ۲۰۹ ج ۶) یہ نصاریٰ کے عقیدۂ الوہیت مسیح ومریم کے بطلان پر ایک اور دلیل ہے۔ مطلب یہ کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو اور جن کو غائبانہ پکارتے ہو وہ تو تمہارے کسی نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ وہ عالم الغیب ہیں کہ تمہارا حال جان لیں اور تمہاری پکار سن لیں، یہ صفتیں صرف اللہ ہی میں ہیں۔ وَاللّٰہُ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اس میں واؤ تعلیلیہ ہے اور یہ ماقبل کی علت ہے یعنی ہر بات کو سننے والا اور ہر چیز کو جاننے والا تو اللہ ہے نہ کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ۔ اس میں ھو ضمیر فصل اور خبر کے معرف باللام سے حصر کا مفہوم پیدا ہوگیا ہے۔ ای واللہ ھو السمیع لکل شیء لا عیسیٰ وامہ العلیم بکل شیء ای لا عیسیٰ وامہ قالہ الشیخ قدس سرہ۔

فائدہ۔ عام مفسرین نے اگرچہ بلغ ما انزل الیک میں ما کو عموم پر محمول کیا ہے اور اس سے تمام احکام مراد لئے ہیں، لیکن مذکورہ چار امور کو انہوں نے مستقل احکام قرار دیا ہے اور ما انزل کے تحت داخل نہیں کیا۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ کے نزدیک ما عموم کے لئے ہے۔ جو تمام احکام کو شامل ہے اور مذکورہ چار باتیں ما انزل کے تحت داخل ہیں۔ یعنی یہ چاروں ان امور میں سے ہیں جن کی تبلیغ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے۔

شیعہ کہتے ہیں اس آیت میں ما انزل سے حضرت علی کی خلافت کا اعلان مراد ہے۔ چنانچہ اس پر وہ ایک روایت بھی پیش کرتے ہیں کہ غدیر خم کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اس میں آپ نے فرمایا: من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ یعنی جس کا میں مولیٰ ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔ مولیٰ سے وہ والی اور خلیفہ مراد لیتے ہیں۔

یہ استدلال کئی وجوہ سے درست نہیں ہے (۱) یہ روایت درجۂ صحت کو نہیں پہنچتی۔ اس کے اکثر طرق ضعیف اور شاذ ہیں اور بعض طرق موضوع ومردود ہیں۔ جیسا کہ علامہ سید محمود آلوسی نے روح المعانی (ج ۶ ص ۱۹۴ تا ص ۱۹۵) میں اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے۔ (۲) لفظ مولیٰ لغت عرب میں والی اور حاکم کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ مولیٰ کے معنی آقا، غلام، مددگار، دوست وغیرہ کے آتے ہیں۔ چنانچہ علامہ محمد طاہر فرماتے ہیں۔ والاسم المولیٰ یقع علی الرب والمالک والسید والمنعم والمعتق والناصر والمحب والتابع والجار وابن العم والحلیف والعقید والصہر والعبد والمعتق والمنعم علیہ الخ (مجمع بحار الانوار ص ۴۶۲ ج ۴) ان معانی میں والی یا حاکم کا کوئی ذکر نہیں۔ اس لئے اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت مراد لینا سراسر غلط اور تحکم ہے۔

مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ
جو مالک نہیں تمہارے بُرے کی اور نہ بھلے کی اور اللہ وہی ہے
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٦﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ
سننے والا جاننے والا تو کہہ اے اہل کتاب ۱۳۷ھ
لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا
مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں ناحق کا اور مت چلو
اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا
خیالات پر ان لوگوں کے جو گمراہ ہو چکے پہلے اور گمراہ کر گئے
كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٧٧﴾
بہتوں کو اور بہک گئے سیدھی راہ سے ع
لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ
ملعون ہوئے ۱۳۸ھ کافر بنی اسرائیل میں کے
عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ
داؤد کی زبان پر اور عیسیٰ بیٹے مریم کے
ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٧٨﴾
یہ اس لئے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گذر گئے تھے
كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ
آپس میں منع نہ کرتے ۱۳۹ھ بُرے کام سے جو وہ کر رہے تھے
لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٩﴾ تَرٰى
کیا ہی بُرا کام ہے جو کرتے تھے تو دیکھتا ہے
كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ
ان میں کہ بہت لوگ ۱۴۰ھ دوستی کرتے ہیں کافروں سے

ع ۱۱ / ۱۴

۱۳۷ھ یہ اہل کتاب کے لئے زجر ہے۔ دین میں غلو سے اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنا مراد ہے مثلاً حضرت مسیح اور ان کی والدہ کو اور حضرت عزیر علیہم السلام کو الوہیت کا درجہ دینا اور ان کو حاجات میں غائبانہ طور پر پکارنا وغیرہ۔ غَيْرَ الْحَقِّ اَحَدٌ مِّنْ مقدر کا مفعول ہے جو لَا تَغْلُوْا کے فاعل سے حال ہے۔ اَهْوَآءَ قَوْمٍ میں قوم سے یہود و نصاریٰ کے اسلاف اور ان کے آباء و اجداد مراد ہیں۔ فرمایا تم اپنے ان گذشتہ عالموں اور پیروں اور اپنے باپ دادا کی پیروی میں حق کا انکار نہ کرو۔ جو خود گمراہ تھے اور جنہوں نے ہزاروں لاکھوں بندگان خدا کو توحید اور صراط مستقیم سے گمراہ کیا ای اسلافکم و ائمتکم الذین کانوا علے الضلال قبل مبعث النبی صلے اللہ علیہ وسلم (مدارک ج ۱ ص ۲۳۰) جو لوگ خود گمراہ اور بے دین ہوں ان کی پیروی کسی طرح جائز نہیں ان کی پیروی سے حرمان و خسران کے سوا کچھ حاصل نہیں ۱۳۸ھ یہ مشرکین اہل کتاب کے لئے تخویف دنیوی ہے حضرت داؤد علیہ السلام کی زبان پر جو لوگ ملعون ہوئے ان سے مراد اصحاب السبت ہیں۔ انہیں ہفتے کے دن مچھلی کا شکار کرنے سے منع کیا گیا مگر وہ باز نہ آئے اور اللہ کے حکم کی پروانہ کی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے ان پر بد دعا کی اللّٰھم العنھم واجعلھم آیۃ اے اللہ ان کو اپنی رحمت سے دور ہٹا دے اور انہیں آنے والی نسلوں کے لئے عبرت کی نشانی بنا دے۔ تو ان کو اللہ تعالیٰ نے مسخ کر کے بندر بنا دیا۔ اور جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ملعون ہوئے ان سے اصحاب مائدہ مراد ہیں جنہوں نے آسمان سے دسترخوان اتارنے کا مطالبہ کیا تھا جب دسترخوان اترا اور انہوں نے اس سے کھایا بھی مگر ایمان نہ لائے تو حضرت مسیح علیہ السلام نے دعا کی اللّٰھم العنھم کما لعنت اصحاب السبت اے اللہ ان کو اسی طرح ملعون و مردود کر دے جس طرح تو نے اصحاب سبت کو کیا تھا۔ ان کو اللہ نے مسخ کر کے خنزیر بنا دیا۔ (کبیر ج ۳ ص ۶۴۵) یہ سزا ان کو خدا کی نافرمانی اور اسکی حدود کو توڑنے کی وجہ سے دی گئی۔ ۱۳۹ھ یہ ان ملعونین کی نافرمانی اور تجاوز عن الحد کی تفصیل ہے۔ یعنی جو برے افعال اور بد اعمالیاں ان کی قوم میں رائج تھیں اور جن کا وہ ارتکاب کرتے تھے ان سے وہ ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے۔ ۱۴۰ھ یہ منافقین اہل کتاب کے لئے زجر ہے۔ یہ لوگ در پردہ کافروں سے دوستی رکھتے تھے اور ظاہر میں مسلمان ہونے کے مدعی تھے اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ الخ بِئْسَ کا مخصوص بالذم ہے یعنی انہوں نے کافروں سے دوستی کر کے بہت برا توشہ آگے بھیجا ہے کہ اللہ کا غضب خرید لیا اور عذاب جہنم میں خلود کے مستحق ہوئے یا اَنْ سے پہلے حرف جر لِ یا بِ محذوف ہے ای لِاَنْ یا بِاَنْ اس طرح یہ جملہ ماقبل کا سبب ہوگا اور بِئْسَ کا مخصوص بالذم محذوف ہوگا اور مطلب یہ ہوگا کہ جو توشہ اعمال آگے بھیجا ہے وہ بہت

ملاوا تعلیلیہ ہے اور ھو السمیع العلیم یعنی ہمیشہ ہر چیز کے سننے اور علیم لکل شئ اور علیم بکل شئ القدیر ہیں حضرت عیسیٰ اور مریم علیہما السلام نہیں لہٰذا وہ نفع و ضرر کے مالک بھی نہیں ۱۲ یہ زجر ہے اہل کتاب کے لئے ۱۲ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا کر حاجات میں متصرف نہ سمجھو ۱۲ تخویف دنیوی ۱۲ ان کی بد دعا سے بندر ہوئے ۱۲ ان کی بد دعا سے خنزیر ہوئے ۱۲ مراد جو بظاہر منافقین ۱۲

فتح الرحمٰن ف ا یعنی پیشوایان یہودیہ و نصرانیہ کہ برائے ایشان مذہب قرار دادہ اند ۱۲ -

بری چیز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان پر ناخوش ہوگیا۔ ۱۴۱ھ یہ ان کے دعوائے ایمان کی تکذیب ہے۔ یعنی اگر وہ واقعی دل وجان سے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاچکے ہوتے تو کافروں سے دوستانہ تعلقات ہرگز نہ رکھتے۔ اس لئے ان کا دعوائے ایمان سراسر جھوٹا اور محض منافقانہ ہے۔ ۱۴۲ھ نزول قرآن کے وقت تین جماعتیں اسلام کی مخالف تھیں یہود و نصاریٰ اور مشرکین، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے خلاف شدتِ عداوت کے اعتبار سے ان کی درجہ بندی فرمادی۔ شدتِ عداوت میں یہودی سب سے پہلے درجہ پر ہیں اور وہ دنیا میں مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں دوسرے درجے پر مشرکین ہیں۔ دو جماعتوں کا صراحت سے ذکر فرمایا اور تیسری جماعت یعنی نصاریٰ کا حال خود بخود معلوم ہوگیا کہ تیسرے درجے پر نصاریٰ مسلمانوں کے دشمن ہیں ۱۴۳ھ ھُمْ ضمیر اَلنَّاس کی طرف راجع ہے۔ مسلمانوں کے دشمنوں کی درجہ بندی کرنے کے بعد مسلمانوں سے محبت اور دوستی کرنیوالوں کا ذکر فرمایا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو لوگ موجود تھے ان میں سے مسلمانوں کی محبت سب سے زیادہ حبشہ کے ان عیسائیوں کے دلوں میں تھی جنہوں نے مہاجرین حبشہ سے قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سن کر اسلام قبول کرلیا تھا۔ ان کی نرم دلی کا یہ حال تھا کہ جب ان کے سامنے قرآن پڑھا گیا تو وہ اس سے اسقدر متاثر ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اس آیت میں نصاریٰ سے حبشہ کا بادشاہ نجاشی اور دوسرے وہ عیسائی مراد ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اس سے تمام عیسائی مراد نہیں ہیں کیونکہ باقی عیسائی بھی مسلمانوں کے اسی طرح دشمن تھے جس طرح یہود اور مشرکین۔ لم یرد بہ جمیع النصاریٰ لانہم فی عداوۃ المسلمین کالیہود فی قتلہم المسلمین واسرہم وتخریب بلادہم وہدم مساجدہم واحراق مصاحفہم لا ولا کرامۃ لہم بل الاٰیۃ فیمن اسلم منہم مثل النجاشی واصحابہ (معالم ج ۲ ص ۶۶) ۱۴۴ھ یہ ماقبل کی علت ہے قسیسین، قسیس کی جمع ہے جس کے معنی عالم کے ہیں اور یہ لفظ نصاریٰ کے سب سے بڑے عالم پر بولا جاتا ہے فی القاموس ہو رئیس النصاریٰ فی العلم (مظہری ج ۳ ص ۱۶۲) اور رھبان، رَاھِبٌ کی جمع ہے یعنی تارک الدنیا اور عبادت گذار درویش، حبشہ کے عیسائیوں میں سے جو اسلام لاچکے ہیں ان میں چونکہ بڑے بڑے علماء اور درویش شامل ہیں اور ان کے دل میں تکبر وغرور نہیں ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے حق کو قبول کرلیا ہے اور یہی ایمان والوں سے ان کی محبت ومودت کی وجہ ہے۔

لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ
کیا ہی بُرا سامان بھیجا انہوں نے اپنے واسطے وہ یہ کہ
سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ
اللہ کا غضب ہوا ان پر اور وہ ہمیشہ عذاب
خٰلِدُوْنَ ۝٨٠ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ
میں رہنے والے ہیں اور اگر ۱۴۱ھ وہ یقین رکھتے اللہ پر اور
النَّبِيِّ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ
نبی پر اور جو نبی پر اترا تو کافروں کو
أَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝٨١
دوست نہ بناتے لیکن ان میں بہت سے لوگ نافرمان ہیں
لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ
تو پاوے گا ۱۴۲ھ سب لوگوں سے زیادہ دشمن مسلمانوں
اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا ۚ وَ
کا یہودیوں کو اور مشرکوں کو اور
لَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا
تو پاوے گا ۱۴۳ھ سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں کے (حبشہ کے)
الَّذِيْنَ قَالُوْٓا إِنَّا نَصٰرٰى ۗ ذٰلِكَ
ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ
بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّ
اس واسطے کہ ۱۴۴ھ ان میں عالم ہیں اور درویش ہیں اور
أَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝٨٢
اس واسطے کہ وہ تکبر نہیں کرتے

مراد ای بات ہے

مراد نصاریٰ حبشہ ہیں جو ایمان لے آئے